یاد محمودؓ

مرتبہ

حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی

شعبہ اشاعت

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

یاد محمود

ایڈیشن اول 1965ء
ایڈیشن دوم
ایڈیشن سوم 2013ء
کمپوزنگ نصیر احمد چوہدری بلال احمد مارکیٹ ربوہ

مندرجات

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　ونحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ھو الناصر　خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

پیش لفظ

کسی زمانہ کا منظوم کلام بھی اس زمانہ کی تاریخ سمجھا جاتا ہے۔ وہی بات یا واقعہ جو نثر میں طول چاہتا ہے نظم میں چند اشعار میں ادا کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ کی یاد میں احباب جماعت نے جن میں خواتین بھی شامل ہیں اشعار کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کیا جن میں آپؓ کے اوصاف، آپ کے جماعت پر احسانات، آپ کے متعلق پیشگوئیاں، آپ کے کارہائے نمایاں اور آپ کی سیرت کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو دیکھا، آپ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کے احسانات سے حصہ پایا۔ ان کے دل سے آپ کی حسین یاد محو نہیں ہو سکتی۔ لیکن نئی نسل کے بچوں جنہیں حضرت مصلح موعودؓ کی لمبی علالت کے باعث آپ سے فیضاب ہونے کا موقع نہیں ملا کے علم کیلئے ضروری ہے کہ ایسا لٹریچر ہو جس میں آپ کی سیرت کے ہر پہلو کو اجاگر کیا جائے تا وہ ان کو پڑھ کر حضرت مصلح موعودؓ کے حالات زندگی اور آپ کی سیرت کے حسین نقوش سے واقف ہوں۔

اسی غرض کے پیش نظر میں نے ان تمام نظموں کو جو آپ کی یاد میں کہی گئی ہیں اور مختلف اخباروں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں جمع کر کے کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ نظم جلد یاد ہو جاتی ہے۔ مختصر سی عبارت میں بہت سے مضامین آجاتے ہیں۔ اور ذہن پر ایک نہ مٹنے والا اثر چھوڑتی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش سے بھی بہت عرصہ قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ اِن اِن اوصاف کا مالک بیٹا اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا۔ اس پیشگوئی میں جو ہماری جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے مشہور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے وفات تک کا نقشہ کھینچا ہے۔ دنیا نے دیکھا اور تاریخ نے گواہی دی کہ آپ کی زندگی کا محور یہی پیشگوئی رہی۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا قادر ہے اور ہر ایک

قوت کا مالک ہے اور وہ ان کیلئے جو اسکے ہوتے ہیں بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

بیشک آج وہ مسیحا نفس ہم میں موجود نہیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور رحمت کا نشان کہا تھا۔ جسے فضل واحسان کی کلید قرار دیا تھا اور جس سے قوموں نے برکت اور اسیروں نے رہائی پائی اس کے احسانات اپنوں اور غیروں پر اس قدر ہیں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں ان کی یاد بھی دلوں میں زندہ رہے گی۔

اس مجموعہ میں تبرکاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائیہ اشعار کو بھی شامل کرلیا گیا۔ جن کا ایک ایک لفظ اپنے اپنے وقت پر پوری شان کے ساتھ پورا ہوا اور جس نے ثابت کردیا کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے جو اپنے پیاروں کی دعاؤں کو سنتا اور شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں رحمتیں اور سلام ہوں محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر کہ جس کا صرف نام ہی محمود نہ تھا بلکہ اس کی زندگی کا ہر دن محمود تھا اور جس کی یاد بھی ہمارے لئے محمود ہے جو ہمارے دلوں کو تو سوگوار بنا گیا لیکن ایک مٹھی بھر جماعت کو اپنی قیادت میں ترقی دیتا ہوا ایک ایسے محفوظ اور پرامن مقام تک پہنچا گیا جس کے سایہ تلے قومیں بسیرا کریں گی اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اس فدائی ملّت کو بھی یاد رکھیں گی۔

اخبار الفضل اور رسالوں میں سے تمام نظموں کو ڈھونڈنے اور نقل کرنے میں عزیزہ امۃ المالک ایم اے سلمہا اللہ تعالیٰ نے میرا ہاتھ بٹایا۔ میں ان کی شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور اسلام کی خدمت کی بیش از پیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یاد محمود کا پہلا ایڈیشن احباب جماعت نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور جلسہ سالانہ کے اختتام کے ساتھ ہی ساری شائع شدہ کتب ختم ہوگئی۔ بہنوں اور بھائیوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ شائع کروا رہا ہے۔ بہت سی نظموں میں غلطیاں رہ گئی تھیں۔ کچھ غلطیاں باوجود احتیاط کے کتابت کی ہوگئی تھیں۔ تمام نظموں پر نظر ثانی مکرمی محترمی جناب نسیم سیفی صاحب نے کی ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ کتاب کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی گئی ہے ایک ایک شاعر کی سب نظمیں اکٹھی کردی گئی ہیں۔ خدا کرے کہ دوسرا ایڈیشن بھی حسب سابق مقبولیت حاصل کرے۔

خاکسار

مریم صدیقہ

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں　　یہ میرے باروبر ہیں تیرے غلام در ہیں

تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین ودولت　　کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور! کر ان کو نیک اختر　　رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج وافسر

تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو　　جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری　　میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا　　دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر　　　تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے　　　کر دور ان سے یارب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے　　　کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے جانی اے شاہ دو جہانی　　　کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بختِ جاودانی اور فیضِ آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری　　　رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
اپنی پنہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے واحدِ یگانہ اے خالقِ زمانہ　　　میری دعائیں سن لے اور عرضِ چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(درثمین)

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا کلام

میں سیدنا حضرت بڑے بھائی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال میں کھوئی ہوئی تھی۔ گزری ہوئی یادوں نے تازہ ہوکر تصور میں آکر مجھے زمانہ ماضی میں پہنچا دیا تھا۔ دل دردِفراق سے بے چین و بے قرار ہورہا تھا کہ خود بخود بغیر کسی شعر کہنے کے ارادے کے حسب ذیل مصرعہ قلب میں گزرا۔ اس پر چند اشعار ہو گئے۔

’’مبارک آمدن رفتن مبارک‘‘

بشارت دی مسیحا کو خدا نے — تمہیں پہنچے گی رحمت کی نشانی
ملے گا ایک فرزند گرامی — عطا ہو گی دلوں کو شادمانی
وہ آیا ساتھ لے کر ’’فضل‘‘ آیا — بصد اکرامِ شاہِ دو جہانی
مٹا کر اپنی ہستی راہ حق میں — جہاں کو اس نے بخشی زندگانی
یہی مدِّ نظر تھا ایک مقصد — برائے دین احمدؐ جانفشانی
رہی نصرت خدا کی شامل حال — گزاری زندگی باکامرانی
ہمیں داغ جدائی آج دے کر — ہوا حاضر حضورِ یار جانی
جو اس نے ’’نور‘‘ بھیجا تھا جہاں میں — ہوا واصل بہ ربِّ جاودانی

وہ جس کے قلب وروح و تن مبارک
’’مبارک آمدن ۔ رفتن مبارک‘‘

از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

ان[1] کی خدمت میں خدا نے اسے پہنچایا ہے
جن کو ہر وقت پہنچتا تھا سلامِ محمود

[1] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے عاشق و غلام

خبروصال

یہ کون کہہ رہا تھا وہ محبوب چل بسا
جس کی نگاہ لطف کا لبریز جامِ زیست
موت اس کی بزمِ ناز میں کیونکر پہنچ گئی
جس کا وجود باعثِ صد احترامِ زیست

آخری دیدار

سب پَٹ کُھلے ہوئے ہیں دیار حبیب کے
در پیش عشق کو وہ غم افروز شام ہے
آواز دے رہا ہوں رقیبوں کو ہر طرف
اے دلفگارو دوڑو یہ دیدار عام ہے

جنازہ

ہونٹوں پہ آہِ سرد جبینوں پہ غم کی دھول
آنکھوں میں سیلِ اشک چھپائے ہوئے چلا
دن ڈھل گیا تو درد نصیبوں کا قافلہ
کاندھوں پہ آفتاب اٹھائے ہوئے چلا

انتظار

تاریخ پھر کھڑی ہے دوراہے پہ وقت کے
بیتاب دل کو ہے کسی محسن کا انتظار
جو اس کے ہر ورق میں سموئے نظر کا نور
اور تشنہ جدولوں میں بھرے روح کا نکھار

(ثاقب زیروی)

تو نے کی مشعلِ احساس فروزاں پیارے　　دل بَھلا کیسے بُھلا دے ترا احساں پیارے
روح پژمردہ کو ایماں کی جلائیں بخشیں　　اور انوار سے دھو ڈالے دل و جاں پیارے
ولولوں نے ترے ڈالی مہ وانجم پہ کمند　　تو نے کی سطوتِ اسلام درخشاں پیارے
اب وہی دینِ محمدؐ کی قسم کھاتے ہیں
تھے جو مشہور کبھی دشمنِ ایماں پیارے
پہلے بخشا میرے بہکے ہوئے نغموں کو گداز　　پھر مری روح پہ کی درد کی افشاں پیارے
مجھ کو بھولے گی کہاں وہ تری بھر پور نگاہ　　جگمگا اٹھتا تھا جب فکر کا ایواں پیارے
اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کس جا پائیں　　جانے کب پائے سکوں پھر دلِ ویراں پیارے
کون افلاک پہ لے جائے یہ رودادِ الم　　تیرا متوالا ابھی تک ہے پریشاں پیارے
روح پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی ویرانوں میں
دل ہے نیرنگیٔ افلاک پہ حیراں پیارے
شکرِ ایزد تیری آغوش کا پالا آیا　　اپنے دامن میں لئے دولت عرفاں پیارے
فکر میں جس کی سرایت تیری تخییل کی ضَو　　گفتگو میں بھی وہی حسن نمایاں پیارے
جس کی ہر ایک ادا نافلۃً لک کی دلیل　　جس کی ہر ایک نوا درد کا عنواں پیارے
دیکھ کر اس کو لگی دل کی بجھا لیتا ہوں　　آنے والے پہ نہ کیوں جان ہو قرباں پیارے
تیری اس شمع کا پروانہ صفت ہوگا طواف
تیرے ثاقب کا ہے اب تجھ سے یہ پیماں پیارے

(ثاقب زیروی)

22 نومبر 1965ء کی رات کو خواب میں اپنے غمکدہ میں حضرت
المصلح الموعودؓ کے ورود مسعود کے جمال افروز نظارے سے متأثر ہو کر

آیا یہ کون خوش خرام مثل نسیم مشکبار
غمکدۂ حیات میں بس گئی نزہت بہار
قصر تصورات میں دوڑ گئیں تجلیاں
دیدہ و دل چمک اٹھے دیکھ رہا ہوں حسن یار
مائل التفات ہے کون ادائے خاص سے
ورد ہوا سکون زا۔روح کو مل گیا قرار
غرق جمال ہوگئی ساری فضائے کائنات
اے میرے ذوقِ انتظار۔کون ہے تجھ سا کامگار
قلب و نظر کے روبرو آج وہی ہیں ہوبہو
شکل وہ ماہتاب سی اور وہی چشم سحر کار
آئینہ جمالِ صدق۔ مظہر حق و العلاء
جورو جفا کے دام میں آئے ہوؤں کا رستگار
دین ہدیٰ کے درد مند اور وہ پسرؓ ارجمند
ہارے ہوؤں کا دستگیر روندے ہوؤں کا غمگسار
کس کی مجال دیکھ پائے مَیلی نگہ سے اس طرف
جیتے جی اس کے کرسکے دین محمدیؐ پہ وار
کس نے چُرا لیا مگر دل کا سکونِ سرمدی
ناگہاں رک گئی ہے کیوں نکہت و نور کی پھوار
ہائے وہ منظر حسیں۔آہ وہ جلوۂ جمال
ظلمتِ یاس بڑھ چلی۔ٹوٹ گئے نظر کے تار

آنکھ جو کھل گئی تو تھا لب پہ یہ مصرعۂ حزیں
''آہ وہ آنکھ پھیر دی جس نے عنانِ روزگار''

(ثاقب زیروی)

چمنستانِ دین احمدؐ میں
کاش کچھ پھول اور کِھل سکتے
میری عمر رواں کے بدلے میں
تجھ کو کچھ سال اور مل سکتے

(ثاقب زیروی)

زندگی سکتہ میں ہے جانِ جہاں تیرے بغیر
سرد ہے یہ شعلۂ نبضِ تپاں تیرے بغیر

ہوگیا ہے منجمد تن میں مرے دوران خوں
تھم گئی ہے گردش چرخ دواں تیرے بغیر

مُوْتُوا قَبْلَ اَنْ تُمُوْتُوْا کا ہوا ہے راز فاش
آمدو رفت نفس بھی ہے گراں تیرے بغیر

مجھ کو یہ محسوس ہوتا ہے جو ہے کچھ بھی نہیں
ہے یہ ہستی محض ہستی کا نشاں تیرے بغیر

اے مرے مہرِ درخشاں ہوچکا جب تُو غروب
ہو بھی تو تنویر باقی ہے کہاں تیرے بغیر

(وشن دین تنویر)

تضرعاتِ مسیحاؑ کا ہے ثمر کہ نہیں؟
ملا ہے مصلح موعودؓ سا پسر کہ نہیں؟
پڑھو سوانح عمری کو اور بتلاؤ
اسی کی ذات میں سچی ہوئی خبر کہ نہیں؟

اک ارمغانِ مسیح الزمان تھا محمود
خدائے پاک کا زندہ نشان تھا محمود
غلامِ صاحبِ لولاک تھا وہ سرتاپا
نئی زمین نیا آسمان تھا محمود

سُنو سُنو یہ محبت کی بات ہے لوگو
پیو پیو کہ یہ آبِ حیات ہے لوگو
اٹھو اٹھو کہ صدائے ورا ہوئی ہے بلند
چلو چلو کہ یہ راہ نجات ہے لوگو

(تنویر)

قلب ونظر کے ضبط کا پھر امتحاں ہے آج
غم ہے کہ مثلِ موجۂ آبِ رواں ہے آج
بوجھل ہوئے کچھ ایسے رہ عشق میں قدم
منزل تو کیا تصوّرِ منزل گراں ہے آج
رُک سی گئی ہیں وقت کی نبضیں مرے لئے
خوابیدگی میں وہ نگہِ راز داں ہے آج
سود و زیانِ مرگ وحیات آج کچھ نہیں
کس کو دماغِ بیش و کم این و آں ہے آج
جو تھی وصالِ حضرتِ احمدؐ سے کیفیت
انبوہِ مومنیں کا وہی تو سماں ہے آج

..................☆..................

ہر لمحہ زندگی کا فدائے رسولؐ تھا
ہر ایک قول و فعل خدا کو قبول تھا
ہرہر قدم پہ نصرتِ ربِّ جلیل تھی
ہر آن تجھ پہ رحمتِ حق کا نزول تھا
تیری ہر ایک بات تھی معیارِ راستی
قرآن کا اُصول ہی تیرا اُصول تھا

دی تو نے دینِ مصطفویؐ کو حیاتِ نو
حق تجھ سے پُر نشاط تھا باطل ملول تھا
جو تیرے ساتھ تھا وہ بنا فخرِ کارواں
جو تجھ سے کٹ گیا وہی رستے کی دُھول تھا

☆

تو میرِ کارواں ہی نہیں کارواں تھا تو
ہر مقصدِ حیات کا زندہ نشاں تھا تو

ہر لمحہ تیری زیست کا ، تعبیر زندگی
اپنے ہر ایک کام میں یوں کامراں تھا تو

تھی تیرے دم سے رونق بُستانِ احمدی
سچ تو ہے اک جہاں کی روحِ رواں تھا تو

اللہ رے تیرا خدمت دینِ متیں کا شوق
گویا کہ مثل تندیٔ سیلِ رواں تھا تو

تیری ہر ایک بات تھی لطف و کرم کی بات
دنیا کے مہربانوں کا اک مہرباں تھا تو

اے جانے والے تجھ پہ درود و سلام ہو
ہر لحظہ تیری روح کا اونچا مقام ہو

(نسیم سیفی)

﴾1﴿

باطل کے دھندلکوں پہ ہر اک لمحہ مسلّط
وہ جلوۂ صد رشکِ قمر یاد رہے گا

ذرّوں کوکیا انجمِ افلاک سے برتر
کس کو نہ ترا حسن نظر یاد رہے گا
تھی تیری مسیحا نفسی دہر میں مشہور
اب تیری دعاؤں کا اثر یاد رہے گا
وہ مجلسِ عرفاں میں تری نکتہ نوازی
ہر بات تھی ناسفتہ گُہر، یاد رہے گا
بھولے گی نہ خطبوں میں تری سحر نوائی
تقریر کا وہ رنگ دِگر یاد رہے گا
شمشیر برہنہ تھا قلم کفر کے سر پر
اسلام کے حق میں تھا سِپر یاد رہے گا

﴾2﴿

بیدار کیا خدمتِ اسلام کا جذبہ
لَو تو نے غمِ دینِ محمدؐ کی لگا دی
ہر دل کو دیا جرأتِ بیباک کا تحفہ
ہر آنکھ میں امید کی اک جوت لگا دی

ہر معترض آیۂ قرآن خجل تھا
قرآں کی اُسے تو نے جو تفسیر سنا دی
ہر ملک کو تبشیر کا میدان بنایا
توحید کی ہر خطہ میں کی تو نے منادی
ہر بات تری حاملِ افضالِ الٰہی
ہر لحظہ تڑپتی ہوئی روحوں کو غذا دی
یوں تیری جدائی ہمیں منظور نہیں ہے
جانے نہ تجھے دیں پہ یہ مقدور نہیں ہے

(نسیم سیفی)

دینِ اسلام کی ترقی کی
راہ ہموار کر گیا ہے تو
زندگی کی نئی امنگوں سے
دلِ مومن کو بھر گیا ہے تو
تیری ہر بات یاد آئے گی!
روح میں یوں اتر گیا ہے تو
آنکھ ڈھونڈے گی اور نہ پائے گی
کون جانے کدھر گیا ہے تو
دل ہی دل میں نسیم کہتا ہے
کچھ تو اس دل کو کر گیا ہے تو

(نسیم سیفی)

نشانِ رحمت باری تھے مصلح موعود
خدا کے دین پہ واری تھے مصلح موعود

ہر ایک رنگ میں ادیان باطلہ کیلئے
بس ایک ضربتِ کاری تھے مصلح موعود

نکھار دی ہے گلستانِ احمدی کی فضا
چمن میں بادِ بہاری تھے مصلح موعود

دلوں میں اپنے محبّوں کے جاگزیں لیکن
عدو کے ذہن پہ طاری تھے مصلح موعود

مسیح ومہدیؑ دوراں کے حسن کا نقشہ
نزولِ رحمتِ باری تھے مصلح موعود

زمیں پہ جیسے اتر آئے صاحبِ افلاک
سمجھ سکا ہے یہی کچھ نسیم کا ادراک

(نسیم سیفی)

مزارِ مبارک پر

یہاں رحمتِ ایزدی کی بہاروں کا جوبن نکھرتا چلا جارہا ہے
دل ناصبور اضطرابِ محبت میں چشم تصور پر اِترا رہا ہے
نظر اس پہ رکھتے ہیں شمس وقمر بھی فرشتوں کا پہرہ ہے اس خاکداں پر
چمکتی ہے تقدیر اس خطّہ ارض کی آج لاریب ہفت آسماں پر
فضاؤں پہ طاری ہے روحِ لطافت تقدّس کا ماحول مہکا ہوا ہے
مری آرزوئیں ہیں جنت بداماں مرا جوشِ احساس بہکا ہوا ہے
ترے لمحے لمحے کی یاد آرہی ہے تجھے آج بھی جیسے میں دیکھتا ہوں
اگر ناگوار طبیعت نہ ہو تو بصد شوق اک بات کہنے لگا ہوں
جلائی تھی جو تو نے شمع محبت مرے دل میں وہ آج ضَو دے رہی ہے
تپش جذبۂ خدمت دینِ احمدؐ ہر اک سمت بڑھ بڑھ کے لَو دے رہی ہے
تری بات بات آج اک مشعل راہ بن کر دکھاتی ہے منزل کا جادہ
ترے علم کے بحرِ موّاج سے شرق اور غرب کرتے ہیں آج استفادہ
تری اک نظر نے جو دی تھی جِلا ہر پرستار وحدت کے ذوق نظر کو
اسی سے ملی زندگی اہل حق کو اسی نے جلایا ہے باطل کے گھر کو
ترے ہر فدائی نے دین محمدؐ پہ دل اور جاں یوں نچھاور کئے ہیں
کہ بغض وعداوت کے تھے وار جتنے وہ سب اپنے دل اور جگر پر لئے ہیں
نسیم اپنے پروردگارِ دو عالم سے اس لمحہ میں اک دعا مانگتا ہوں
ازل سے چمکتی ہوئی بجلیوں کی فقط اک کرن کی ضیاء مانگتا ہوں

(نسیم سیفی)

میں سمجھا تھا تمہاری زندگی فانی نہیں ہوگی
اجل سے تاقیامت ایسی نادانی نہیں ہوگی

اگر سارا جہاں مرتا ہے تیرے بعد مرجائے
کسی کی موت پر مجھ کو پریشانی نہیں ہوگی

ترا ہر سانس اک موج بہار علم و عرفاں تھا
وہ موج اب ضامن گلہائے عرفانی نہیں ہوگی

کبھی مغرب کو للکارا کبھی مشرق کو للکارا
نبردِ کفر و دیں میں تجھ سی جولانی نہیں ہوگی

گدایانِ محمدؐ کو کیا یوں تو نے صف آرا
کہ اب ان کے مقابل شانِ سلطانی نہیں ہوگی

تری تربت پہ اے سالار! آئی ہیں تری فوجیں
رجز خوانی کریں گی، مرثیہ خوانی نہیں ہوگی

تجھے ہر دَور کے تاریخ داں ڈھونڈیں گے دنیا میں
تری وہ شخصیت اُبھرے گی جو فانی نہیں ہو گی

جدھر نکلیں گے دیوانے تمہارے نقش پا ہوں گے
کوئی وادی جنوں خوانوں میں انجانی نہیں ہوگی

جنوں کے ہاتھ سے آئے گی پھر شامت گریباں کی
مگر اس طور سے اب چاک دامانی نہیں ہوگی

کئی خورشید ابھریں گے ابھی آفاقِ مشرق پر
مگر ان میں تیرے ماتھے کی تابانی نہیں ہوگی

بہت بکھریں گے گیسو خوبروؤں کی جبینوں پر
تمہاری زلف سی ان میں پریشانی نہیں ہوگی

اسی محفل سے اٹھیں گے کئی آتش نوا، لیکن
کسی کے نطق میں یہ شعلہ سامانی نہیں ہوگی

تری آہِ شرر افشاں ستارے کر گئی پیدا
شبِ غم اب اندھیروں کی فراوانی نہیں ہوگی

فصیلِ شہر تک تو کھینچ لایا مہر تاباں کو
گلی کوچوں میں ہے جو رات طولانی نہیں ہوگی

بلاتخصیص مَے بٹتی تھی تیرے دور میں ساقی
کہیں رندوں کی قسمت میں یہ ارزانی نہیں ہوگی

مناسب ہے نکل جاؤ تبسم! جانب صحرا
دلِ وحشی کی اب تم سے نگہبانی نہیں ہوگی

(عبدالرشید تبسم ایم اے)

مصلحِ ربّانئ امت وہ رخصت ہوگئے
رہنماؤ ہادئ ملت وہ رخصت ہوگئے
وہ جو تھے اللہ کی رحمت وہ رخصت ہوگئے
وہ جو تھے اللہ کی قدرت وہ رخصت ہوگئے
چار سو جس نے دیا اسلام کو اتنا عروج
جس کی ہے اکناف میں شہرت وہ رخصت ہوگئے
جو ثریا سے ہمیں ایمان لا کر دے گئے
دعوت وتبلیغ کی حجت وہ رخصت ہوگئے
کارنامے مشرق و مغرب میں ہیں ان کے عیاں
کچھ نہیں تفصیل کی حاجت وہ رخصت ہوگئے
مرحبا صد مرحبا ہے اس وصال پاک پر
مل گئی دنیا ہی میں جنت وہ رخصت ہوگئے

(قاضی محمد ظہور الدین اکملؒ)

میں بے نصیب رہ گیا پیچھے وہ چل بسے
فرقت کے صدمے سہنے کو رونے کو دور سے

بپتا پڑی ہے سر پہ یہ کیا وا مصیبتا!
واحسرتا کہ خاک شدہ آرزو بسے

پھر سے چلے نسیم، یہ گلشن ہو پُر بہار
نغمے ہزار گائے یہ ویرانہ پھر بسے

بیمار وناتواں ہیں سہارا تو دل کو ہے
موجود بالشّہود ہیں ہم میں وہ خیر سے

ناصر تمہارا حافظ وناصر رہے خدا
امیدوارِ فضلِ کریم است ہر کسے

(قاضی محمد ظہور الدین اکملؒ)

چودھویں کا چاند ہے پر چاندنی
خالق الانوار نے جب ماند کی

قدرتِ ثانی کا یا رب ہو نزول
سب جماعت کی دعائیں کر قبول

ہو چکا ہے ثُــــلَّۃٌ مِّــــنَ الاَوَّلِیْـــــن
اور اب ہے ثُــلَّۃٌ مِّـــنَ الْاٰخِـــرِیـــن

بے امامت کے تو رہ سکتے نہیں
صدمہء فرقت تو سہہ سکتے نہیں

حامی و ناصر خدائے پاک ہو
جلوہء نورِ شہِ لولاک ہو

پڑھتے ہیں اِنّـــا اِلَیْـــہِ رَاجِـعُـوْن
تائبون و آئبون و حامدون

ناصرِ دین محمدؐ کی طلب
قدرتِ ثانی کا ثالث منتخب

(قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ)

وہ جو تھا روح الامیں کا ہم زباں جاتا رہا
آہ بزم قدسیاں کا رازداں جاتا رہا
اٹھ گیا بزمِ جہاں سے حامیٔ دینِ متیں
امت خیر رسلؐ کا پاسباں جاتا رہا

طائرِ بامِ حرم عرصہ ہوا خاموش تھا
پھر اسے دے کر زبانِ نغمہ خواں جاتا رہا
کردیا جس نے کلیساؤں کو توحید آشنا
آہ وہ شیریں سخن، شیریں زباں جاتا رہا

دیر کو وحدت کے نغموں سے شناسا کردیا
بتکدوں کو دے کے گلبانگِ اذاں جاتا رہا
رونق بستان احمدؐ چھین لی ہے موت نے
باغ ہادی بیگ کا سروِ رواں جاتا رہا

لٹ گئی ابنائے فارس کی متاع بے بہا
گوہرِ یکتائے گنجِ شائیگاں جاتا رہا
جو حصارِ عافیت تھا درد مندوں کے لئے
مرجع عالم تھا جس کا آستاں جاتا رہا

منتظر رہتی تھی جس کی دید کی ہر ایک آنکھ
آہ وہ محبوبِ ہرپیر وجواں جاتا رہا
وہ علوم ظاہری وباطنی سے پُر تھا جو
علم وعرفاں کا وہ بحرِ بیکراں جاتا رہا

مدتوں اپنے لہو سے جس نے سینچا تھا اسے
گلشن اسلام کا وہ باغباں جاتا رہا
کھول کر عقدے دکھائے جس نے سب تفسیر کے
آہ وہ قرآن خواں قرآن داں جاتا رہا
جس نے کر دیں زندگی کی راحتیں دیں پر نثار
ہو کے آخر کامگار و کامراں جاتا رہا
مہدیء موعودؑ کا لختِ جگر فضل عمرؓ
اور نورِ دیدۂ نصرت جہاںؓ جاتا رہا
آج سونی ہو گئی ہے محفل صدق و صفا
تھا جو بزم زہد کی روحِ رواں جاتا رہا
کون اب منزل کی جانب لے کے نکلے گا ہمیں
چھوڑ کر حیرت میں میر کارواں جاتا رہا
مصدر انوارِ حق جس کا ضمیرِ پاک تھا
منبع عرفاں تھا جس کا دل کہاں جاتا رہا
مدتوں زینت رہا جو مجلس عرفان کی
رونقِ ربوہ نگارِ قادیاں جاتا رہا
لوٹ لی ہے موت نے اپنی متاع زندگی
دل سے اب اندیشہء سود و زیاں جاتا رہا
موت ہر انساں پہ آتی ہے مگر افسوس ہے
لے کے دل میں حسرتِ دارالاماں جاتا رہا

درد کی چارہ گری کی التجا کس سے کریں
آہ جب چارہ گر دردِ نہاں جاتا رہا
زخم کاری اک جدائی کا دلوں کوبخش کر
چھوڑ کر احباب کو محو فغاں جاتا رہا
روحِ حق کی برکتوں سے دے کے بہتوں کو شفا
وہ دمِ عیسیٰ و یار دلستاں جاتا رہا
کفر کے ظلمت کدوں کو جس نے بخشی روشنی
وہ مہِ رخشاں لٹا کر کہکشاں جاتا رہا
آسمانی نقطہء نفسی کی جانب اٹھ گیا
طائرِ سدرہ نشیں سوئے جناں جاتا رہا
رستگاری کا تھا باعث جو اسیروں کے لئے
بیکسوں کا دستگیر و پاسباں جاتا رہا
پاک لڑکا نام تھا جس کا عنموائیل بھی
مہدیؑ موعود کاوہ میہماں جاتا رہا
وہ مظفر جس پہ خود اللہ نے بھیجا سلام
قدرت ورحمت کا، قربت کا نشاں جاتا رہا
پھونک کر سینوں میں اک نشوونما کی تازگی
دے کے ہر دل کو امید نوجواں جاتا رہا
کون کر سکتا ہے اندازہ ہمارے کرب کا
جن کی بزمِ زیست کا روح رواں جاتا رہا

کی عطا جس نے جوانی ازسر نو دین کو
جس نے بخشی ناتوانوں کو تواں جاتا رہا
جس کو اپنی روح سے حق نے مشرف تھا کیا
آسماں سے آکے سوئے آسماں جاتا رہا
پا کے شہرت وہ کناروں تک زمین کے چل دیا
مظہر حق و علا کا رازداں جاتا رہا
کتنا سادہ ہے بشر کتنی غلط امید ہے
جس کے جانے کا نہ تھا وہم وگماں جاتا رہا
درد کی چارہ گری شیوہ تھا جس ہمدرد کا
دوستوں کو دے کے دردِ جاوداں جاتا رہا
اے ہماری روح کی تسکیں کہاں پنہاں ہے تو
اے ہمارے دل کی ٹھنڈک تو کہاں جاتا رہا
کیا محبت کا صلہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں
دے کے ہم کو داغِ دل اشکِ رواں جاتا رہا
دیکھ کر جن کو مصیبت میں تڑپ جاتا تھا تو
غم سے اب کیوں ان کو کر کے نیم جاں جاتا رہا
تو ہنساتا تھا جنہیں وہ آج روتے ہیں تجھے
روٹھ کر کیوں ہم سے اے جانِ جہاں جاتا رہا
آج اپنے دردِ پنہاں کا گلہ کس سے کریں
آپ ہی جب سننے والا مہرباں جاتا رہا
اے ستم گر موت تجھ کو موت آجاتی کہیں
آہ تو اللہ کے پیاروں سے بھی ٹلتی نہیں

جس سے کر سکتے تھے شکوہ ہم ستمگر موت کا
چل گیا ہے آہ اب اس پر بھی چکر موت کا
کیا ستم ہے موت کے خالق کے جو محبوب ہیں
ان کے سینہ میں بھی گُھس جاتا ہے خنجر موت کا

اس کی چیرہ دستیوں کا کوئی شنوا ہی نہیں
کیا حق و انصاف سے بالا ہے لشکر موت کا
ہو کے رہ جاتا ہے آخر بے بسی میں سرنگوں
سایہ گستر جس پہ ہوجاتا ہے شہ پر موت کا

ہے حقیقت میں ہر انساں دست آموز فنا
زندگی پاتا ہے دروازہ گزر کر موت کا
سر جھکاتا ہے اجل کے سامنے ہر ناتواں
ہو کے رہتا ہے شکار آخر تونگر موت کا

موت کے خطرے سے بے پروا ہیں مردانِ خدا
آپ وہ کرتے ہیں استقبال بڑھ کر موت کا
وَالَّذِينَ جَاهَدُوْا فِيْنَا سے جو ہیں آشنا
غالب آسکتا نہیں صیاد ان پر موت کا

بے ثباتی اپنی کُھل جاتی ہے ہر انسان پر
جب رگِ جاں میں اتر جاتا ہے نشتر موت کا
راکھ ہوجاتی ہے جل کر کائناتِ آرزو
جب درونِ دل چمک اٹھتا ہے اخگر موت کا

فائدہ کچھ بھی نہیں ہے نالہ وفریاد سے
جب مداوا ہی نہیں اے دیدۂ تر موت کا
موت پر اپنے عزیزوں کی عبث روتے ہیں ہم
کتنے ناداں ہیں جو خونابہ فشاں ہوتے ہیں ہم

(میر اللہ بخش تسنیم)

مغموم ہے ہر جان تو ہر قلب تپاں ہے
روتی ہوئی آنکھوں میں لہو دل کا عیاں ہے
ناپید ہوئی بزم سے یوں روح طرب کی
زندہ ہیں جو آج ان پہ بھی مردوں کا گماں ہے
وہ آنکھ جو رہتی تھی تیری دید سے سیراب
اس آنکھ کو آ دیکھ کہ خوں نابہ فشاں ہے
تاریک ہوئے غم سے شب و روز ہمارے
اے شمع سرا پردۂ تسکین کہاں ہے
ممکن نہیں اشکوں سے کسی رنگ میں اظہار
اس درد کے طوفان کا جو دل میں نہاں ہے
خدام بلکتے ہیں تو انصار ہیں بے تاب
مغموم جدائی میں تیری پیر و جواں ہے
ڈر ہے کہیں رفتار ہی رک جائے نہ دل کی
ناگاہ پڑا رنج کا وہ بار گراں ہے
تو زندہ ہے مرنا تیرا ممکن ہی نہیں تھا
اب تک دلِ ناداں کو کچھ ایسا ہی گماں ہے
محفل میں تیری کیف میں ڈوبی ہوئی تقریر
تازہ ابھی آنکھوں میں وہ پُر لطف سماں ہے
محرومِ تماشا ہوئیں بے تاب نگاہیں
اب بعد تیرے کانوں پہ ہر نغمہ گراں ہے

بارش کی طرح آنکھوں سے آنسو ہیں برستے
تصویر بنا ابر کی آہوں کا دھوآں ہے
دل لاکھوں یہاں تیری جدائی میں ہیں بِریاں
تو آپ مگر رونق بستانِ جناں ہے

آرام کی دنیا میں لیا تو نے بسیرا
چھوڑا ہے جہاں ہم کو وہ صدموں کا جہاں ہے
کیا لطف ہے اے جانِ جہاں جینے کا تجھ بِن
مشہور ہے یہ بات کہ جاں ہے تو جہاں ہے

تھا سود و زیاں تجھ ہی سے وابستہ ہمارا
اب سود کی پرواہ ہے نہ کچھ خوفِ زیاں ہے
جس شان سے تو سینہ سپر تھا وہ تھی کچھ اور
اولاد تری مانا کہ حق کی نگراں ہے

قرآن کی تفسیر کے میداں میں ہمیشہ
پائندہ درخشندہ ترا حسنِ بیاں ہے
ہے فیض تری ہمت وکوشش کا یہ سارا
آباد صنم خانوں میں گلبانگ اذاں ہے

مشرق میں ترے عزم کی قائم ہے تجلّی
مغرب میں نمایاں تری ہمت کا نشاں ہے
ہر دیس میں اُلفت کے دیئے تو نے جلائے
ہر ملک میں اک پیار تیرا نور فشاں ہے

امت تری کوشش سے سرافراز ہوئی پھر
اسلام ترے فیض سے تازہ ہے جواں ہے
ہر روک ترے عزم کے طوفاں نے ہٹا دی
دریا تری ہمت کا زمانے میں رواں ہے

کر دیتی تھیں بے چین تجھے جن کی تکالیف
ہر اک وہ فدا کار ترا محوِ فغاں ہے
لیتا رہا دل پر تو مخالف کا ہر اک تیر
ہر ظلم کی سہتا رہا سینہ پہ سناں ہے

اعدا کو بلند حوصلگی تیری مسلّم
احباب پہ جاں دینے کا شیوہ تو عیاں ہے
طوفانوں کے منہ موڑ کے دکھلا دیئے تو نے
جرأت کا بسالت کا تیری زیست نشاں ہے

بیوائیں تجھے روتی ہیں روتے ہیں یتامیٰ
دے ان کو تسلی میرے آقا تو کہاں ہے؟
چھینا ہے کسے تو نے تجھے یاد ہے اے موت
ظالم یہ جگر گوشۂ مامورِ زماں ہے

چل جائے تیرا تیر کسی پر تجھے کیا غم
بے رحم شب و روز کھنچی تیری کماں ہے
زینت تھا کبھی تاجِ خلافت کے لئے جو
کم بخت بتا وہ دُرِّ شہوار کہاں ہے

ہے روح تیری تابہ ابد زندہ دلوں میں
گو جسم ترا خاک کے پردے میں نہاں ہے
دنیا میں جو پائندہ ترا کام رہے گا
مرجائیں گے پر زندہ ترا نام رہے گا

آباد رہے گا ترا میخانہء عرفاں
گردش میں لگاتار یونہی جام رہے گا
چھوڑیں گی نہ ساتھ اپنا دعائیں تری اب بھی
ہر لمحہ نیا ہم پہ اک انعام رہے گا

بر آئی ہیں بر آئیں گی سب تیری مرادیں
ناکام ہے دشمن ترا ناکام رہے گا

ہر ملک میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری
ہر دیس میں روشن ترا پیغام رہے گا
موت آئی ہے ہم کو نہ کبھی آئے گی جب تک
تو زندہ دلوں میں سحر و شام رہے گا

جاں مستِ مَے و بادہ و عرفان رہے گی
دل محو تماشائے لب بام رہے گا
ہے تجھ سے تو خود موت بھی شرمندہ کہ اس پر
تا حشر تیری موت کا الزام رہے گا

پر دیس میں زندہ کیا اسلام کو تو نے
پہنچا دیا اللہ کے پیغام کو تو نے

(میر اللہ بخش تسنیم)

میرے محبوب میں نے دیکھا ہے
وہ نظارہ کہ جس کی تاب نہ تھی
سسکیوں، آہوں، آنسوؤں کا ہجوم
کیا بتاؤں کہ دل پہ کیا گزری

اے کہ عزم آفریں، تھی ذات تری
کتنی شیریں تھی بات بات تری
دن تھے معمور سعیٔ پیہم سے
تھی سکوں ناشناس رات تری

کس مشقت سے عمر بھر تو نے
خاتمِ دین میں نگین جڑے
اے شہِ حسن تیری بستی سے
کوثر و سلسبیل پھوٹ پڑے

سازِ الہام تھی زباں تیری
حسنِ تاثیر تھا بیاں تیرا
رابطہ فرش وعرش میں دیکھا
واسطہ ایک درمیاں تیرا

کس توجہ سے بار بار سنے
ہم نے خطباتِ دلنشیں تیرے
چشمِ مجبور دور دور سہی
دل ہمیشہ رہے قریں تیرے

آج کیا ہے کہ تیرے دیوانے
تیری بستی میں بھی پریشاں ہیں
تجھ کو جی بھر کے دیکھ بھی نہ سکے
اپنی محرومیوں پہ نالاں ہیں

بہرِ اعلائے دین مصطفویؐ
وقف پیری تری شباب ترا
دے خدا اجر بے حساب تجھے
ہم پہ احساں ہے بے حساب ترا

(عبدالمنان ناہید)

بار خاطر ہیں دھڑکنیں دل کی جانِ ناشاد غم کے بوجھ سے چور
جھک گئے عشق کے عزائم بھی زندگانی کی بے بسی کے حضور
سازِ عشرت کی ہر صدا خاموش جادۂ غم پہ زندگی مجبور
ہر طرف اک مہیب تاریکی کھو گیا آج میری آنکھ کا نور
چاند میں چاندنی نہیں باقی نور خورشید ہو گیا مستور
کیسی تنہائی کا ہوا احساس کوئی ساتھی نہیں قریب نہ دور

میرے محبوب تو نے چھوڑ دیا
جادۂ زیست پر مجھے تنہا

یہ نہیں ہے کہ تو نہیں باقی اب کوئی آرزو نہیں باقی
صحنِ گلشن میں گھومتا ہوں مگر خواہش رنگ وبو نہیں باقی
مجھ کو ماحول کا نہیں احساس یا مرے چار سو نہیں باقی

زندگی اس طرح ہوئی ویراں کوئی بھی دُو بدو نہیں باقی
صحبتِ یارِ مہرباں نہ رہی لذت گفتگو نہیں باقی
دل پہ وہ چوٹ آج کھائی ہے چیر دو تو لہو نہیں باقی

بزمِ ماہِ تمام ختم ہوئی
رونق صبح وشام ختم ہوئی

لے گیا ساتھ تو مرے محبوب شانِ محبوبی و دلآرائی
آئیں گے اور بھی شہ خوباں پر کہاں تیرا حسن و رعنائی
اور بھی میرِ کارواں ہوں گے پر کہاں تیری شانِ دارائی
جب بھی دل زخم کھا کے آیا ہے کام آئی تری مسیحائی
جب بھی اپنا جہاں ہوا تاریک ہم نے تجھ سے ہی روشنی پائی
رہِ منزل پہ ہر قدم تیرا عزم و ہمت کی کارفرمائی

سینکڑوں سال بیت جاتے ہیں
جب کہیں تجھ سے لوگ آتے ہیں

رخصت اے دل کے مالک ومختار رخصت اے میرے قافلہ سالار
میں بھی تھا تیری رہگزر کا فقیر میں بھی تھا زیر سایۂ دیوار
دل تھا نا آشنا خزاں سے مرا تیرے دم سے تھی زندگی میں بہار
تو گیا رونق حیات گئی رہ گئی میری حسرتِ دیدار
اپنی منزل کو جالیا تو نے میں ہوں اور میرے راستے کا غبار
مجھ کو اکسیر خاک راہ تیری دل مرا تیرے نقشِ پا پہ نثار

صَرصرِ وقت کے تھپیڑوں سے
نہ بجھیں گے چراغ الفت کے

میرے محبوب تیرے بعد بھی مَیں تیری عظمت کے گیت گاؤں گا
تو نے جو لا زوال درد دیا میں اسے حرزِ جاں بناؤں گا

خود بھی روؤں گا یاد کرکے تجھے ساتھ اوروں کو بھی رلاؤں گا
جو بھی آئے گا نقشِ پا پہ ترے اپنے دل میں اُسے بٹھاؤں گا
میں نے جو عہد بھی کیا تجھ سے جان دے کر اُسے نبھاؤں گا
راہ ڈھونڈوں گا تجھ سے ملنے کی ہر قدم پر دیئے جلاؤں گا

انتظار اس طرح کروں گا ترا
حشر تک منتظر رہوں گا ترا

للہ الحمد میکدہ میں ترے تیرے رندوں کے اب بھی پُر ہیں ایاغ
قافلہ یوں رواں دواں ہے ترا جیسے منزل کا مل گیا ہو سراغ
خدمتِ دین پر کمر بستہ آلِ داؤد کے ہیں چشم و چراغ
خوش نوایانِ انجمن میں ترے اب نہ باقی کوئی زغن ہے نہ زاغ
تو نے روشن جو کی تھی شمع وفا اب بھی روشن ہیں اس سے قلب و دماغ
ہاں مگر آنکھ اب بھی پر نم ہے ہے دلوں پر ترے فراق کا داغ

ہر گھڑی تیری یاد آئے گی
تیری یاد اپنے ساتھ جائے گی

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تیری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا
رونقِ شامِ مجلس عرفاں درس قرآن یاد آئے گا
تیرے خطبات تیری تقریریں حُسنِ فرمان یاد آئے گا
آئے گا جب بھی کوئی شعلہ بیاں تو میری جان یاد آئے گا
اس جمال وجلال کے صدقے تُو تو ہر آن یاد آئے گا

کٹ گیا دورِ کامیاب تیرا
عہد زرّیں تھا لاجواب تیرا

میرے محبوب قوم شاہد ہے تیری رحمت کی تیری شفقت کی

تو نے ہر ایک پر عنایت کی تو نے ہر ایک سے محبت کی
کرۂ ارض کے کناروں تک تو نے توحید کی اشاعت کی
یہ ثمر ہے تری ہی محنت کا ہے سلامت قبا خلافت کی
ہر قدم پر ترے خدا نے بھی کی حفاظت تری جماعت کی
تیری دن رات کی دعاؤں کو مل گئی روشنی اجابت کی

ان دعاؤں کو سن لیا اس نے
تیرے ناصر کو چن لیا اس نے

پھر سے دہرایا عہد بیعت کو آج ناصرؔ کے ہاتھ پر ہم نے
پھر ہمیں اسجدوا کا حکم ملا پھر جھکایا ہے اپنا سر ہم نے
پھر وفاؤں کو استوار کیا سوز دل سے بچشم تر ہم نے
اپنی کشتی کو آج ڈالا ہے تازہ لہروں پہ بے خطر ہم نے
یوں در یار پر گرے آکر سر بنایا ہے سنگِ در ہم نے
اب کہاں ہے ابیٰ کو جائے اماں یوں سمیٹے ہیں بحر و بر ہم نے

عہد و پیمان رسم و راہ کیا
اپنے اللہ کو گواہ کیا

میرے محبوب خوں رلاتی رہی غمِ ہجرت میں بے کلی تیری
کوچہ ہائے دیار یار سے دور زندگی کس طرح کٹی تیری
کون سمجھے گا کون جانے گا وہ خوشی جو نہ ہوسکی تیری
جب بھی جائیں گے کوئے یار کو ہم ساتھ جائے گی یاد بھی تیری
جب کٹے گی یہ دوریٔ منزل منتظر ہوگی وہ گھڑی تیری
لے کے دارالاماں میں جائیں گے جو امانت ہے دی ہوئی تیری

دل کو اک سوز جستجو دیں گے
ہم وصیت تری نہ بھولیں گے

میرے محمود پیار تھا کتنا   تیرے پیاروں کو تیرے نام کے ساتھ
ہم نے سیکھا ہے بیٹھنا اٹھنا   چلنا پھرنا فقط امام کے ساتھ
آج رکنا پڑا ہمیں ورنہ   ہم چلے تیرے ہر خرام کے ساتھ
جا فرشتے ہیں منتظر تیرے   عرش پر پورے اہتمام کے ساتھ
بعد مدت کے اتصال ہوا   عشق کامل کا حسن تام کے ساتھ
تو کہ خود بھی ''نشان رحمت'' تھا   جا ملا رحمت تمام کے ساتھ

خلد میں اپنے آشیاں کو گیا
نقطہء نفسی آسماں کو گیا

(عبدالمنان ناہید)

غم نہیں دل کا کچھ زیاں بھی نہیں   گرچہ وہ یار مہرباں بھی نہیں
رونق صحن گلستاں ہے وہی   رونق صحن گلستاں بھی نہیں
گھر ہے اپنا کہ دست غربت ہے   آشیاں ہے بھی آشیاں بھی نہیں
زندگی ہے میانِ بیم و رجا   ہے مگر اس قدر گراں بھی نہیں
تیری موجودگی کا ہے احساس   اور تو اپنے درمیاں بھی نہیں
تیرا ناصر ہے تیرے حسن کا عکس   فرق دونوں کے درمیاں بھی نہیں
آستاں اس کا آستاں ہے ترا   گرچہ وہ تیرا آستاں بھی نہیں
قافلہ تیری راہ پر ہے رواں   اور تو اپنے ہم عناں بھی نہیں

ہوک اک دل میں کسمسائی ہے
آج پھر تیری یاد آئی ہے

(عبدالمنان ناہید)

مجھے یہ فکر نہیں آسماں رہے نہ رہے
مَہ و نجوم کا یہ کارواں رہے نہ رہے
مجھے یہ فکر نہیں آفتاب بجھ جائے
مجھے یہ فکر نہیں کہکشاں رہے نہ رہے
مجھے تو فکر تھی تیری ہی زندی کی فقط
مجھے یہ فکر نہیں یہ جہاں رہے نہ رہے
مجھے تو جانِ بہاراں فقط تھا تیرا خیال
یہ اضطراب نہیں گلستاں رہے نہ رہے
تیرے ورود سے رنگیں تھا آشیانِ حیات
تو آشیاں میں نہیں آشیاں رہے نہ رہے
مرے زمان ومکاں سے کیا ہے تو نے سفر
مرے لئے یہ ''زمان ومکاں'' رہے نہ رہے
تیری حکایت ہستی کا باب ختم ہوا
کسی کی زیرِ فلک داستاں رہے نہ رہے
خموش ہو گئی تیری زبانِ نکتہ کشا
کسی فصیح کے منہ میں زبان رہے نہ رہے
ترے غلام ترے آستاں پہ شاداں تھے
جہاں میں اور کوئی آستاں رہے نہ رہے
اب اور منزل ہستی میں دلکشی کیا ہے؟
ترے بغیر یہ عمر رواں رہے نہ رہے

ترے بغیر منور رہ حیات نہیں!
ترے بغیر مکمل یہ کائنات نہیں!

ترے وجود سے اوجِ وقار باقی تھا
تری بہار سے نازِ بہار باقی تھا
اگرچہ تیری علالت سے فکر مند تھے ہم
دعائے دل پہ ہمیں اعتبار باقی تھا
مگر کچھ اور تھی ربِّ جلیل کی مرضی
دعا کے بعد اسے اختیار باقی تھا
جوارِ عرش بریں میں بلایا ہے تجھ کو
ترے لئے یہی فرمانِ یار باقی تھا
خوشا وہ وقت کہ سالارِ کارواں تھا تو
ترا خرام سرِ راہگزار باقی تھا
خوشا وہ وقت کہ تھاما تھا تیرے دامن کو
خوشا وہ وقت کہ تیرا کنار باقی تھا
خوشا وہ وقت کہ سونپی تھی زندگی تجھ کو
جہانِ دل پہ ترا اختیار باقی تھا
خوشا وہ وقت کہ اندیشۂ گزند نہ تھا
تری نگاہِ کرم کا حصار باقی تھا
خوشا وہ رُت کہ شگوفے دلوں کے کھلتے تھے
خوشا وہ وقت کہ دَورِ بہار باقی تھا

خوشا وہ وقت کہ ربوہ کی پاک بستی میں　　نشانِ رحمت پروردگار باقی تھا
خوشا وہ وقت کہ بیتابیوں میں تسکیں تھی　　غمِ حیات میں اک غمگسار باقی تھا
کیا تھا ناز ترے دور پر رسولوں نے　　خوشا وہ وقت کہ یہ افتخار باقی تھا
خوشا کہ شاد تھیں تیرے جمال سے آنکھیں　　سکون دل تھا میسر قرار باقی تھا
یہ آرزو تھی در و بامِ قادیاں دیکھیں　　تری نگاہ کو یہ انتظار باقی تھا

یہ انتظار تھا باقی کہ تھک گئیں آنکھیں
نمود صبح سے پہلے جھپک گئیں آنکھیں

تو سو گیا ہے تجھے ہوشیار کون کرے　　جو دل پہ بیت گئی آشکار کون کرے
بتائیں درد کسے غیر غمگسار نہیں　　وقار عشق کو خود شرمسار کون کرے
جنہیں نصیب تھی تیرے کنار کی راحت　　کہاں وہ جائیں انہیں ہمکنار کون کرے
شفیق باپ کی تصویر تھی تری ہستی　　جو لاڈلے تھے ترے ان سے پیار کون کرے
ترے دیار میں آئے تھے تیرے شیدائی　　نظر اداس ہے سیرِ دیار کون کرے
جہان دل سے ہوئی ہے تری بہار وداع　　جہان دل کی خزاں کو بہار کون کرے
ترا سفینہ نگاہوں سے ہوگیا اوجھل　　تسلیٔ نگہِ اشکبار کون کرے
ابھی تو دل میں نہاں تھے ہزارہا ارماں　　ہجومِ حسرتِ دل کا شمار کون کرے
ترے ملاپ کی ٹھہری ہے بات محشر پر　　یہ فاصلے تیری فرقت کے پار کون کرے
میں انتظار کروں گا ترا قیامت تک　　مگر علاجِ دلِ بے قرار کون کرے
وہ سوز و سازِ محبت یہ درد و داغِ فراق　　یہ داستاں ہے دراز اختصار کون کرے

ابھی تھا مرحلہء شوق میں جہاں اپنا!
خدا پہ چھوڑ گیا ہے تو کارواں اپنا!

(سعیداحمداعجاز)

جو لب پُور رہتے تھے ہر دم خوشی سے
نہیں ہیں وہی آشنا اب ہنسی سے

جو ہونٹوں پہ رہتے تھے ہر آن رقصاں
وہی قہقہے اب ہوئے اجنبی سے

یہ کیوں چھا گئے ہیں گھٹاؤں کے بادل؟
ہوئے ہم یہ محروم کس روشنی سے؟

زمانے کی تھیں رونقیں کس کے دم سے؟
ہوا یہ جہاں سونا کس کی کمی سے ؟

ہر اک قلب مضطر ' ہر اک آنکھ پُر نم
نہیں رنج و غم تیرا بڑھ کر کسی سے

ستاتی تھی ہر دم انہیں یاد جس کی
وہ ملنے گئے ہیں بس اب اس نبیؐ سے

وہ زندہ تھے ۔ زندہ ہیں ۔ زندہ رہیں گے
حیات ان کی وابستہ ۔ ہر احمدی سے

(مبشر خورشید راولپنڈی)

سوچی نہ تھی جو ہم نے کبھی بات ہوگئی
یہ کیسی آج گردشِ حالات ہوگئی

شاید کہ بادلوں میں ہی پانی نہ تھا رہا
آنکھوں سے آنسوؤں کی جو برسات ہوگئی

دن بھی گزارنا ہے ہمارے لئے کٹھن
مشکل سے جو کٹے گی وہی رات ہوگئی

اللہ کی رضا سے شکایت نہیں ہمیں
کوئی خطا ہی باعثِ آفات ہوگئی

اُن کی نصیحتوں پہ ہمارا ہو گر عمل
خورشید سمجھو ان سے ملاقات ہوگئی

(مبشرخورشید)

صُبحیں افسردہ ہیں شامیں ویران ہیں
گلیاں خاموش ہیں کوچے سنسان ہیں
دیکھتے دیکھتے رونقیں کیا ہوئیں؟
آج ربوہ کے سب لوگ حیران ہیں

ہر شجر ہر حجر آج ہے سرنگوں
کتنی افسردگی کوہساروں پہ ہے
آج ہر دل ہے شق آنکھ ہے خونچکاں
کس قدر بے کسی سوگواروں پہ ہے

چاندنی ماند ہے چاند بھی ماند ہے
وہ چمک بھی ستاروں میں باقی نہیں
پھول توڑا ہے گلچیں نے وہ باغ سے
دلکشی اب بہاروں میں باقی نہیں

چل دیا آج وہ فخرِ انسانیت
جس کی ہستی پہ انسان کو ناز تھا
وہ جو اپنے پرائے کا غم خوار تھا
وہ جو اپنے پرائے کا دمساز تھا

وہ کہ مُردہ دلوں میں جو دَم پھونک کر
زندگی کے ترانے سناتا رہا
جو سَدا صبر کا درس دیتا رہا
جو مصائب میں بھی مسکراتا رہا

شفقتیں دشمنوں پر بھی کرتا رہا
وہ محبت کا اک بحر زخّار تھا
ڈانٹتا بھی رہا تربیت کے لئے
اس کے غصے میں بھی لیک اک پیار تھا
وہ مرقّع تھا علم اور عرفان کا
اک فراست، ذہانت کا پیکر تھا وہ
معرفت کے خزانے تھے حاصل اسے
بحرِ روحانیت کا شناور تھا وہ
اس نے اپنی ذرا بھی تو پرواہ نہ کی
اس کے دل میں تو بس اک یہی تھی لگن
ہو خزاں کا تسلّط نہ گلزار پر
لہلہاتا رہے دینِ حق کا چمن
وہ کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے رویا کیا
کہ جماعت یہ دنیا میں پھولے پھلے
رحمتِ حق رہے اس پہ سایہ فگن
چشمہء فیضِ حق اس میں جاری رہے
اہلِ دنیا کی حالت پہ کر کے نظر
وہ کہ اشکوں کے موتی پروتا رہا
وہ کہ سجدے میں گر کے بلکتا رہا
اور جہاں چَین کی نیند سوتا رہا

شق ہو پتھر کا سینہ بھی سن کر جنہیں
صبر سے ایسی باتیں وہ سنتا رہا
خار دامن سے اس کے اُلجھتے رہے
وہ ہمارے لئے پھول چنتا رہا

اُس کو اپنے پرائے ستاتے رہے
پر ہمیشہ وہ حق بات کہتا رہا
آنچ آنے نہ دی اس نے اسلام پر
اپنے سینہ پہ ہر وار سہتا رہا

اپنے لُطف و کرم اور اخلاق سے
وہ زمانے کو تسخیر کرتا رہا
اپنے خونِ جگر سے وہ اسلام کا
اک نیا دَور تحریر کرتا رہا

دینِ احمدؐ کی اس نے بقا کے لئے
مال اپنا دیا اپنی جاں پیش کی
اپنی اولاد کو وقف اُس نے کیا
اپنے افعال اپنی زباں پیش کی

تِشنگی کی یہ حالت رہی عمر بھر
وہ شرابِ محبت ہی پیتا رہا
اس کی ہر سانس تھی بس خدا کے لئے
وہ محمدؐ کی خاطر ہی جیتا رہا

خدمتیں دین کی بھی وہ کرتا رہا
ہجر کی تلخیاں بھی وہ سہتا رہا
لے کے آخر میں نذرانہء جان و دل
سُوئے کوئے نگاراں روانہ ہوا
اس کے دم سے اجالا تھا چاروں طرف
وہ گیا تو یہاں تیرگی چھا گئی
چاند روشن ہے اب بھی اُفق پر مگر
''میرے سورج کو کس کی نظر کھا گئی''

(صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

شرابِ محبت پلا ساقیا   وہی جام گردش میں لا ساقیا
نگاہوں کے پردے اٹھا ساقیا   سب احوال نظروں میں لا ساقیا
تصور میں ہیں آج وہ واقعات   ہے وابستہ جن سے جہاں کی حیات
اٹھارہ سے اوپر چھیاسی تھے سال   کہ گویا ہوا یوں شہِ ذوالجلال
مبارک ہو تجھ کو یہ فخرِ رُسل   کہ ملتا ہے تیری دعاؤں کا پھل
بہت بڑھ گیا جبکہ دردِ نہاں   کہ تیری صداقت ہے سب پہ عیاں
کہ تیری جماعت یہ پھولے پھلے   زمانہ پہ حق کا ہی سِکّہ چلے
سو تیری دعاؤں کو میں نے سنا
ترے اس سفر کو مبارک کیا
سُن اے ابن مریم سخن دلپذیر   کہ بیٹا میں دوں گا تجھے بے نظیر
نشاں ہے جو فضل اور احسان کا   بہت مرتبہ ہے اس انسان کا
وہ فرزندِ دلبند ہے ارجمند   خلائق کا ہوگا بہت دل پسند
مبارک ہو فتح و ظفر کی کلید   ہے تیرے لئے یہ خوشی کی نوید
وہ آئے گا مُردوں میں دم پھونکنے   نجات ان کو دلوائے گا موت سے
جو قبروں میں ہیں باہر آئیں گے وہ   وہ پھیلائے گا دینِ اسلام کو
وہ ہوگا بہت ہی ذہین و فہیم   وہ کلمہء تمجید، دل کا حلیم
کہ عطر رضا سے جو ممسوح ہے   وہ سارے زمانے کا ممدوح ہے
وہ ہے حسن واحساں میں تیرا نظیر   کشادہ جبیں اور روشن ضمیر
علوم اس میں ہیں ظاہری باطنی   وہ دنیا میں پھیلائے گا روشنی
وہ ہوگا اسیروں کا بھی رستگار   ہے ان کے لئے مژدۂ کردگار

مبارک کہ وہ نور آتا ہے نور ہو جس سے جلالِ خدا کا ظہور
ہے فضلِ خدا اس پہ سایہ فگن وہ روحِ زمانہ وہ فخرِ زمن
شکوہ اور عظمت کا حامل ہے وہ ہماری محبت کے قابل ہے وہ
زمانے میں شہرت وہ پا جائے گا وہ آپ اپنی عظمت کو منوائے گا

مبارک ہو تجھ کو غلامِ زکی
جو ہو گا یقیناً تری نسل ہی

مبارک ہو لڑکا یہ پاک و وجیہہ جو ہو گا سراسر تری ہی شبیہہ

نواسی میں آخر بفضل خدا
جو موعود بچہ تولد ہوا

لگا جلد بڑھنے وہ ماہ مبین جو سب پیشگوئیاں تھیں پوری ہوئیں
ہوئی جب مسیحِ خدا کی وفات تو نظروں میں اندھیر تھی کائنات
عدو کو شماتت کا موقع ملا شریروں کا بھی غنچہء دل کھلا
وہ سمجھے جماعت یہ مٹ جائے گی نشاں بھی نہ اس کا نظر پائے گی
جماعت پہ بھی تھا یہ وقتِ گراں ہر اک دل تھا زخمی نظر خونچکاں
تھا ہر آدمی بس اسی فکر میں خدا جانے اب ہم رہیں نہ رہیں
تھی ہر سمت چھائی ہوئی تیرگی نہ آتی نظر تھی کہیں روشنی
یکایک کرن اک ہویدا ہوئی چمک سی نگاہوں میں پیدا ہوئی
جو ظلمت کے بادل تھے چھٹنے لگے نگاہوں سے پردے بھی ہٹنے لگے
مبدّل ہوئیں ظلمتیں نور میں جِلا پھر ہوئی جلوۂ طور میں
اٹھا عزم سے ایک کمسن جواں وہ ہمت شجاعت کا کوہِ گراں
جماعت پہ موقع تھا یہ جاں گسل کہ گویا ہوا یوں وہ فخرِ رُسل
قسم ہے مجھے اے مقدس وجود نہ بیٹھوں گا میں بخدائے ودود

نہ جب تک یہ دنیا تجھے جان لے نہ وہ تیری تعلیم پہچان لے
تھا انیس سو اور چودہ کا سن
خلیفہ ہوا جب وہ فخر زمن
خلافت کی جب اس نے پہنی قبا تو سارا زمانہ مخالف ہوا
جو تھے دوست وہ بھی عدو بن گئے سب اپنے پرائے مخالف ہوئے
''کمال[ا] و محمد علی۔ مستری غرض اور اس طرح کے سازشی''
''بڑھے اس کی عظمت کو للکارنے بڑھے دوست بن کر اسے مارنے''
اکیلا تھا وہ راہ پُر پیچ تھی تھی راہوں پہ چھائی ہوئی تیرگی
کوئی بھی تو اس کا سہارا نہ تھا کہیں درد کا اس کے چارہ نہ تھا
بجُز آستانِ شہِ ذوالمنن کہ جا کے جہاں کم ہو دل کی جلن
اسی آستانے پہ وہ جھک گیا وہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے رویا کیا
وہ سجدے میں گِرگِر کے روتا رہا وہ اشکوں کے موتی پروتا رہا
میں مجبور ہوں وہ ہے بااختیار نہیں مجھ میں طاقت اٹھاؤں یہ بار
تو دل کو مرے ہمتیں بخش دے کہ باطل شکن جُرأتیں بخش دے
لگا رات دن کام کرنے وہ ماہ کہ تھی اس کے دل میں محمدؐ کی چاہ
نہ کی اس نے پرواہ عدو کی ذرا اولوالعزم جرنیل تھا جم گیا
یہ لجنہ، یہ تحریک و وقف جدید یہ اسکول کالج قدیم وجدید
یہ خدام واطفال یہ ناصرات اسی کا ہے مرہون ان کا ثبات
یہ ہیں اس کی ہی محنتوں کے ثمر جو پودا لگایا ہوا بارور
تھا درد اس کے دل میں جو اسلام کا معیّن کیا راستہ کام کا
''جہاں مختلف دیں کی تصویر تھی وہیں اس نے مسجد بھی تعمیر کی''
جو مُسلم کی حالت پہ کرتا نظر تو کرتا تھا خون اپنے قلب وجگر

ا۔صہبا اختر کراچی

اسیروں کا ناجی مسیح کا پسر — اٹھا بہرِ آزادیٔ کاشمر
محبت خدا سے محمدؐ سے تھی — رہِ دیں میں ہی زندگی کٹ گئی
تھا ضعف و نقاہت سے اٹھنا محال — نہ آرام کا پھر بھی آیا خیال
سدا خدمتِ دین کرتا رہا — عمل کی وہ تلقین کرتا رہا
تھا انیس سو اور پینسٹھ کا سال — ہوا جبکہ اس شیر دل کا وصال
گیا سب کو روتا ہوا چھوڑ کے — وہ دنیائے فانی سے منہ موڑ کے
نہ اب وہ یہاں لوٹ کر آئے گا — نہ اپنا حسیں چہرہ دکھلائے گا
دعا ہے رہے اپنا حامی خدا — ہیں راضی کہ جس میں ہو اس کی رضا

(صاحبزادی امۃ القدوس بیگم بنت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

لو آج ابنِ مہدیٔ مسعود چل دیا
محبوب میرا وہ میرا محمودؓ چل دیا
اہلِ وفا کو عشق کی راہوں پہ ڈال کر
وہ رہنما وہ مصلح موعود چل دیا

رفتارِ وقت روکتے رکتی بھی ہے کبھی
ناداں تھا دل جو ایسے گماں سے بہل گیا
سوئے ہوئے تھے چین سے غفلت کی نیند میں
آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ سورج بھی ڈھل گیا

یوسف بھی دیکھ کے ہو خجل ایسا حسن تھا
وہ رنگ وہ نکھار وہ چہرے کے خدوخال
معصومیت بلا کی، تبسم کی جھلکیاں
آنکھوں کی دلکشی، لب و رخسار کا جمال

گزرا ہے وقت کب ہمیں احساس نہ ہوا
بچے بڑھے جوانوں کا ڈھلنے لگا شباب
آواز آئی یہ تو سبھی چونک سے گئے
نکلا وہ چاند چرخ پہ ڈوبا وہ آفتاب

محمود نام ہے ترا، ہر کام خیر ہے
ہر فعل، ہر عمل، تیرا ہر گام خیر ہے
تیری تمام زندگی تقویٰ کی ہے مثال
آغاز خیر تھا تیرا انجام خیر ہے

”فضلِ عمرؓ“ کے عہد کی وہ قیمتی کتاب
جس کا خدا نے آپ ہی لکھا تھا انتساب
اک عمر جس کو پڑھ کے مسرت ملی ہمیں
لو آج ختم ہوگیا وہ زرنگار باب

اے جانے والے تیرے تصور میں رات دن
قلبِ حزیں سے آتی ہے بس ایک ہی صدا
تیرا فراق ہم کو گوارا نہ تھا مگر
”ترکِ رضائے خویش پئے مرضیء خدا“

(صاحبزادی امۃ القدوس بیگم بنت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

عظیم شان کا حامل تھا دورِ فضل عمر
نزولِ رحمتِ یزداں تھا ہم پہ شام و سحر
وہ کارواں کہیں رکتا تو کس طرح رکتا　　امیر جس کا رہا خود کلید فتح و ظفر
تمام عمر گزاری جہادِ اکبر میں　　رہا وہ کفر کے لشکر کے آگے سینہ سپر
ہزار بار اٹھے تیز وتند طوفاں بھی　　ڈرا سکے نہ ہمارے وہ ناخدا کو مگر
ضیاءِ نورِ محمدؐ سے جگمگا اٹھی
وہ سرزمیں کہ جہاں ڈالی اس نے ایک نظر
خدا کے گھر کی بِنا اس نے ہر جگہ رکھ دی　　احد احد کی صدا دی بتانِ غرب کے گھر
خدا کی شان کہ تاریک براعظم بھی　　نگاہِ فضل عمر سے ہے آج رشکِ قمر
چمن کے حسن میں ہوتا ہے باغباں کا لہو　　سبق یہ دے گئے ہم کو جنابِ فضل عمر
مبادا غم تجھے شبیر بے عمل کر دے
کمر بخدمتِ قرآن ببند بارِ دگر

(الحاج چوہدری شبیر احمد وکیل المال اول تحریک جدید)

آٹھ تاریخ تھی نومبر کی سال پینسٹھ تھا عیسوی سَن کا
دین احمدؐ کا اک فدائی جب اپنے مولیٰ کو ہوگیا پیارا
ہائے افسوس اپنے محسن کو دوسرے دن بروز سہ شنبہ
اپنے سینوں پہ رکھ کے سِل ہم نے اپنے ہاتھوں سپرد خاک کیا
جانے والے تری جدائی کا پھر بھی دل کو یقیں نہیں آتا

تیرے کوچہ میں تیرے دیوانے اپنے سینوں میں لے کے دردنہاں
تیرے دیدار آخری کے لئے پہنچے آنکھوں میں لے کے سیل رواں
ان کے سینے تھے کس قدر چھلنی ان کے چہروں سے ہورہا تھا عیاں
وقتِ رخصت کا دلِ گداز سماں اپنی آنکھوں سے ہم نے دیکھا تھا
جانے والے تری جدائی کا پھر بھی دل کو یقیں نہیں آتا

بے سہاروں کا تو حصار رہا اور اسیروں کا رستگار رہا
غم کے ماروں کا غمگسار رہا بے نواؤں کا شہر یار رہا
بیوگان ویتیم وبے کس کا تیری شفقت پہ انحصار رہا
آج سارے ہیں نوحہ خواں تجھ پر ذرّہ ذرّہ اداس ہے گویا
جانے والے تری جدائی کا پھر بھی دل کو یقیں نہیں آتا

تیری عظمت کا دے رہی ہے پتہ تیری آباد کی ہوئی بستی
اس کی ہر اینٹ سے ہویدا ہے تیری جرأت تری اولوالعزمی
پہنچے سارے بہ پایۂ تکمیل تیرے ذمہ تھے کام جتنے بھی
یوں مقدر تھی واپسی تیری پیشگوئی میں یونہی لکھا تھا
جانے والے تری جدائی کا پھر بھی دل کو یقیں نہیں آتا

تیرا آنا نشان رحمت تھا تیرا جانا مگر قیامت ہے
اس کی جنت میں تیرا مسکن ہو اب خدا کی یہی مشیت ہے
آسمان وزمیں کے خالق سے شکوہ کرنے کی کس کو جرأت ہے
خوب معلوم ہے تجھے شبیر سب پہ حاوی ہے مرضئ مولیٰ
جانے والے تری جدائی کا پھر بھی دل کو یقیں نہیں آتا

(الحاج چوہدری شبیر احمد بی اے)

حال دل کس کوکہیں ہر ایک ہی دلگیر ہے
جانے والا کس قدر محبوب عالمگیر ہے

ہائے وہ مہتاب جس کو دیکھ کر کہتے تھے ہم
حس و احساں میں مسیحِ وقت کی تصویر ہے

مطمئن ہونے نہ پائے تھے کہ وہ رخصت ہوا
ہم تہی دستوں کی کتنی دل شکن تقدیر ہے

آج ہے شورِ قیامت کوچۂ محمود میں
مضطرب ہر مرد ہر زن ہر جواں ہر پِیر ہے

کون سی وہ آنکھ ہے جس سے نہیں آنسو رواں
آج ہر مومن کے سینہ میں لگا اک تیر ہے

جانے والے پر خدا کی رحمتیں ہوں بے حساب
جس کی رِحلت اہلِ جنت کے لئے تبشیر ہے

زخم ہی کاری ہے اتنا ، صبر کی طاقت نہیں
عرش پہ پہنچا ہوا جو نالۂ شبیر ہے

(الحاج چوہدری شبیر احمد بی اے)

اے جانے والے تو میری آنکھوں کا نور تھا
پیارے حبیب تو مرے دل کا سرور تھا
آغوشِ والدین بھی مجھ کو نہ دے سکی
ایسا سکون جیسا کہ تیرے حضور تھا
رحمت کا تو نشان تھا قربت کا تو سبب
جو تجھ سے دور تھا وہ خدا سے بھی دور تھا
ہر لحظہ تو مظفر و منصور ہی رہا
میدانِ کارزار میں تیرا ظہور تھا
کرتے تھے تیری دید سے تاریکیوں کو دور
مضطر دلوں کے واسطے اک تو ہی طور تھا
اب تیرے بعد زندگی کیا زندگی رہی
اس شمع زندگی کا فقط تو ہی نور تھا
شبیر تیرے درد کی ہے بس یہی دوا
''ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا''

(الحاج چوہدری شبیر احمد وکیل المال)

یہ نظم ایک غیر از جماعت صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ اپنے مکتوب گرامی میں جو انہوں نے محترمی ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل کے نام لکھا۔ رقمطراز ہیں۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا سانحہ ارتحال صرف جماعت احمدیہ کیلئے جگر خراش نہیں ہے بلکہ ان بے شمار ارباب نظر کیلئے بھی پیغام درد ہے جو ان کے افکار و اعمال سے ذہنی و روحانی فیضان حاصل کرتے تھے۔

یقین کیجئے ...... میں ایک غیر احمدی ہوں مگر ریڈیو پر حضور کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر چونک پڑا۔ فرطِ جذبات سے فراموشی کا عالم طاری ہو گیا۔ اس وقت ایک شاعر پر کیا گزرتی ہے اسے آپ کا دل جانتا ہوگا۔ سازِ روح کے تار جھنجھنا اٹھے۔ ڈوبی ہوئی لے میں ایک ٹوٹا پھوٹا نغمہ ابھرا۔ نذر عقیدت کے طور پر ارسال کر رہا ہوں۔

(نیاز آگیں دامن اباسینی گلارچی براستہ بدین ضلع حیدر آباد)

ذرّے ذرّے میں انتشار ہے آج — روح کونین بے قرار ہے آج
چھن گئی کیا امانتِ کبریٰ؟ — قوم کی قوم سوگوار ہے آج

گیسوئے روزگار برہم ہیں؟ — گل کی آنکھوں میں اشک شبنم ہیں
آسماں تک اداس ہیں، گویا — چاند تارے شریکِ ماتم ہیں

شور ہے، میر کارواں اٹھا — محرمِ رازِ کُن فکاں اٹھا
محفل ذکر وفکر ویراں ہے — دین فطرت کا ترجماں اٹھا

مئے عشقِ رسولؐ رکھتا تھا — میکشی کے اُصول رکھتا تھا
چشمِ اہلِ نظر کا تارا تھا — عام حسنِ قبول رکھتا تھا

جانشین مسیحِ ثانی تھا — حجّت پاک کی نشانی تھا
روحِ عزم و عمل کا فتویٰ ہے — اک نئے دور کا وہ بانی تھا

ایک دانا فقیر تھا، نہ رہا
ایک روشن ضمیر تھا، نہ رہا
کارواں کو خدا پہ چھوڑ گیا
کارواں کا امیر تھا، نہ رہا

(دامن اباسینی)

ترے تصور سے تا زمانہ اُفق اُفق روشنی ملے گی
بشر بشر کو نفس نفس میں نئی نئی زندگی ملے گی

حریمِ ربوہ کا ذرّہ ذرّہ زبانِ فطرت سے کہہ رہا ہے
چلے بھی آؤ!! گلی گلی میں خدا ملے گا خودی ملے گی

دیار محبوب کا سراپا سوادِ علم و یقیں ہے گویا
قدم قدم پر نظر نظر کو حسیں حسیں آگہی ملے گی

نہ پوچھ دردِ فراق کیا ہے؟ عجیب لذت کا ذائقہ ہے!!
جو تیرے غم کو گلے لگا لے اسے حقیقی خوشی ملے گی

حدیث دیکھیں کتاب دیکھیں تری امامت کا باب دیکھیں
نبیؐ کا ارشاد بھی ملے گا خدا کی تائید بھی ملے گی

جو شخص تیرے قریب ہوگا وہ شخص عرفاں نصیب ہوگا
جو تجھ سے جتنا بعید ہوگا اسی میں اتنی کمی ملے گی

خلافتِ حق کے منکروں کو سنا دو اور بے دھڑک سنا دو
ازل سے نوعِ بشر کو نعمت یہی ملی ہے یہی ملے گی

نہ لائیں حجّت نہ دیں دلیلیں پئیں بنامِ مسیح پی لیں
خرد کی دیوانگی سے پہلے جنوں کی فرزانگی ملے گی

تکیں گے محشر میں بے بسی سے مری طرف قہر کے فرشتے!!
کہ تیرے کوچے کی خاک مولیٰ مرے کفن میں بسی ملے گی

(دامن ابا سینی)

یہ بھی تیرا سانحہ اے گردشِ ایام ہے
موت کی وادی کا منظر حشر کا ہنگام ہے

پاک طینت راہرو اور ایک انبوہِ کثیر
سوگواروں کی جبیں ہے اور اک غم کی لکیر

آنسوؤں کا سیل آہیں، دمبدم اک اضطراب
یہ عناصر اور ان میں ڈوبتا اک آفتاب

سسکیاں، فریاد رنج و غم، قلق، آہ و فغاں
کہہ رہے ہیں مل کے سب فضل عمرؓ کی داستاں

داستاں بابِ عدم میں داستاں گو رہ گئے
جس قدر سختی مقدر نے عطا کی سہہ گئے

ہاں مگر پیغام ان کا ہم بھلا سکتے نہیں
مکتبِ اسلام ان کا ہم بھلا سکتے نہیں

درس جو ہم کو ملے اس زندگی کے طُور سے
زندۂ جاوید ہیں فضل عمرؓ کے نور سے

ناشرِ انوار ہے ہر اک پیامِ زندگی
نور لیتی ہے کہیں سے صبح وشامِ زندگی

ہم بہ صدق دل کریں گے جانشیں کا احترام
اور بھی مضبوط ہو گا زندگانی کا نظام

چُھپ گیا ہے مہر لیکن روشنی موجود ہے
زندہ رہنے کے لئے اک زندگی[1] موجود ہے

ہم عقیدت مند ہیں اے اخترِ ثابت قدم
خدمتِ اسلام سے غافل کبھی ہوں گے نہ ہم

(اختر گوبند پوری)

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

آقا ترے مزار پر جاتا ہوں بار بار
شاید کہ سیلِ اشک سے دل کا دُھلے غبار
آنکھوں کے سامنے بھی ہے آنکھوں سے دور بھی
گویا ہے لطف دید بعید و حضور بھی
ہر بات یاد آ کے ستاتی ہے اس قدر
دن میرے بے قرار ہیں راتیں ہیں غم اثر
ہر لحہ دل میں رنج و الم کا ہے اژدہام
اکثر تصورات میں ہوتا ہوں ہم کلام
تیری نگاہ جود وکرم کا وہ التفات
ہے جس کی یاد چشم ودل و جاں کی کائنات
ہم غم زدوں کو مل نہ سکے گی وہ عمر بھر
ٹکرا کے آسمان سے لوٹ آئے گی نظر
لیکن خدا کا شکر ہے تو بامراد تھا
مضبوط کر گیا ہے خلافت کا سلسلہ
جو نافلہ ملا تھا مسیح الزّمان کو
پہنچا ہے وہ بفضلِ خدا اپنی شان کو
اس کو خدا نے دی ہے خلافت کی اب قبا
وہ دیں کی تمکنت ہے دلوں کا ہے آسرا
فتح و ظفر کا دَور ہے اس شاہ دیں کا دَور
ادیانِ باطلہ کے بدلنے لگے ہیں طَور
ہر آن اس پہ سایۂ پروردگار ہو
اس کی ہر ایک بات تری یاد گار ہو

(غلام محمد اختر)

دل تڑپ اٹھا میری آنکھوں میں آنسو آ گئے
ساکت وجامد نظاروں میں نظر بھٹکی رہی
آسماں خاموش، ویراں چاند، افسردہ نجوم
روح حیراں جسم میں لرزاں رہی ٹھٹھکی رہی

گلشنِ امید کے گلہائے رنگیں بے بہا
آنکھ پُر نم اور دل مضطر پریشاں بیقرار
ایک غم تھا جو مرے قلب و جگر پر چھا گیا
ایک طوفاں تھا ہوا جس سے فضا میں انتشار

وہ مجاہد جس کے دم سے کارواں آگے بڑھا
ناخدا جس نے لگائی کشتیٔ امید پار

جس کے ہاتھوں سے شفا بیمار و بے بس پا گئے
ذاتِ اقدس جو اسیروں کے لئے تھی رستگار

ہوگئے رخصت جہاں سے رحمتوں کے درمیاں
ہوگئے ہم سے جدا وہ عظمتوں کے درمیاں
کتنی بالا شان تھی حور و ملائک ساتھ تھے
جانبِ منزل خدا کی شفقتوں کے درمیاں

تیری عظمت بیکراں، تیرے عزائم پُر وقار
ساری دنیا میں ترے اقبال کی تشہیر ہے
چاند نے پائی چمک سورج کو رنگینی ملی
جگمگائی جس سے دنیا وہ تری تنویر ہے

تیرے گلشن میں رہے شام و سحر رنگیں بہار
تیرے اہل بیت پر ہو مہرباں پروردگار
تا ابد قائم رہے تیرے جیالوں کا وقار
تیری چاہت میں رہیں آنکھیں ہمیشہ اشکبار

السّلام و الوداع اے رہبرِ انسانیت
حضرتِ محمودؓ تیرا نام پائندہ رہے
شمع کی تو نے جو روشن ملتِ اسلام کی
ہے دعا یہ سیفؔ کی وہ شمع پائندہ رہے

(شیخ سلیم الدین سیف)

باغ احمد کا آبیار گیا
احمدیت کا شہسوار گیا
چاند تھا چودھویں کا چودھویں تھی جب وہ رخصت ہوا نہار[1] گیا
تھی کرامت قلم، زباں اعجاز
علم و حکمت کی آبشار گیا
برکتیں پائیں جس سے قوموں نے وہ اخصّ اور وہ نامدار گیا
تھا ازل سے یہی مقدر میں
''یار کے پاس اس کا یار گیا[2]''
رحمت حق تھا حق کے پاس گیا بامراد آیا کامگار گیا
اک جنازے پہ اتنا جمّ غفیر
اک گیا ہے کہ اک ہزار گیا
دیکھ کر وقتِ رخصتی اس کا ہو کے دشمن بھی شرمسار گیا
وہ جو تھا باعثِ سکون و رواح
چھوڑ کر ہم کو سوگوار گیا

(صاحبزادہ مرزا خلیل احمد)

1 بوقت صبح 2 تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا

(۱)

ملّت کا آسماں ہے درخشندہ آج بھی
ہر فرد کی نگاہ ہے تابندہ آج بھی
کہتا ہے کون زیرِ زمیں چُھپ گیا ہے چاند!
فضلِ عمرؓ ہیں زندہ و پائندہ آج بھی
مومن ہے اب بھی جذبۂ شاداں لئے ہوئے
کافر ہے دلِ گرفتہ و شرمندہ آج بھی

(۲)

یہ ساقئ ازل کی ہے سنت کہ بزم میں
آب بقا بھی ملتا ہے جامِ فنا کے بعد
تسکیں کی آبشار ہے ہر موجِ اضطراب
برکھا برس ہی جاتی ہے کالی گھٹا کے بعد
اختر نہ بھول ملّتِ احمدؐ کا یہ اُصول
''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(عبدالسلام اختر ایم اے)

(۱)

برسوں یہ نقش دل سے مٹایا نہ جائے گا
محمودؓ! تیرا نام بھلایا نہ جائے گا
آہوں سے تیری یاد کو سینچیں گے دل مگر
آہوں سے دل کا داغ مٹایا نہ جائے گا
تیرا مقام پا نہ سکے گی نگاہِ شوق!
تیرا نظیر پھر کبھی لایا نہ جائے گا
پا کر تجھے یہ بھولے تھے مجھ جیسے کم خیال
''اک مرتبہ جو کھو گیا پایا نہ جائے گا''

(۲)

معبود! وہ بھی آدمِ خاکی تھا جو سدا
اِک تازہ شاہراہ بناتے ہوئے گیا
فکر و نظر کو طلعتِ خورشید بخش کر
تاروں کو گردِ راہ بناتے ہوئے گیا
قطروں کو دے کے قلزمِ طغیانِ زندگی
ذرّوں کو مہر و ماہ بناتے ہوئے گیا
اک ''وادی حقیر'' میں آیا مگر اسے
اک ''جنت نگاہ'' بناتے ہوئے گیا

(عبدالسلام اختر ایم اے)

اس دہر کا ہر پیر وجواں یاد کرے گا
اے فضل عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

پائے گا وہ خود اپنی زباں میں بھی لطافت
جو بھی ترا اندازِ بیاں یاد کرے گا

اے صاحبِ اعجاز قلم! تجھ کو یہ عالَم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کرے گا

ہر اہلِ سخن، اہلِ نظر، اہل تفکر
حسنِ نظر و فکرِ بیاں یاد کرے گا

اے کوہ وقار! عظمتِ انسان کے پیکر!
عظمت کو تری کوہِ گراں یاد کرے گا

القصّہ تیرے فیض تیرے جود و کرم کو
جو شخص جہاں ہوگا وہاں یاد کرے گا

(چوہدری عبدالسلام اختر ایم اے)

(ایک غیر از جماعت کے قلم سے)

راقم امام جماعت احمدیہ سے ایک ملاقات کے دوران ان کے بلند اخلاق سے بہت متأثر ہوا اور ان کی بزرگانہ شخصیت کے ماتحت ان سے ایک دنیوی الجھن کے متعلق طالبِ دعا ہوا۔ ان کی دعا سے وہ عقدہء لاینحل سلجھ گیا۔ ان کی وفات پر اس نظم میں اپنے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

(نذر حسین او۔ٹی۔لالیاں)

کِس لئے وقف الم ہے آج ربوہ کی زمیں
ناصبور و محوِ غم ہے آج ربوہ کی زمیں
کس لئے نالہ بدم ہے آج ربوہ کی زمیں
نوحہ خواں باچشمِ نم ہے آج ربوہ کی زمیں

ہیں زبانیں دم بخود اظہار کی طاقت نہیں
حکم قدرت سے مگر انکار کی طاقت نہیں

ہے کہاں جو سیر روحانی کراتا تھا ہمیں
اور معارف دین و دنیا کے بتاتا تھا ہمیں
بہرِ تالیفِ قلوب اکثر بلاتا تھا ہمیں
نصرتِ اسلام کے خطبے سناتا تھا ہمیں

وادیٔ ارواح میں خود آج محوِ سَیر ہے
ہر نشانِ زندگی جس کا نشان خیر ہے

تو نے اے فضل عمرؓ ہم کو دیا درسِ حیات
سیفِ حق تیری زباں تیرا قلم شاخِ نبات
جوئے کوثر ہر سخن سِلکِ دُرر ہر ایک بات
تھی سراپا تیری ہستی پیکرِ عزم وثبات
فیضِ صحبت سے تری کھلتے تھے اسرارِ نہاں
تھیں گریزاں تیرے دم سے جہل کی تاریکیاں
جب تلک ہوگی صدا تہلیل اور تکبیر کی
جب تلک محتاج ہوگی ہر دعا تاثیر کی
جب تلک سنت ادا ہوگی یہاں شبیر کی
اور محوِ سجدہ پیشانی جوان و پیر کی
کارنامے تیرے پائندہ رہیں گے دہر میں
تیرے فرمودات بھی زندہ رہیں گے دہر میں

(نذرحسین او۔ٹی۔لالیاں)

اے فضل عمرؓ تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آکے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ
قدرت نے جو بخشا تھا اک نورِ سکونِ دِل
آنکھوں سے ہے اب اوجھل وہ نرگسِ مستانہ
دشمن بھی پکار اٹھے اسلام کی خاطر ہی
محمودؓ نے دکھلائی جانبازیٔ پروانہ

اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
پھر تو نے اُجاگر کی سرگرمیٔ فرزانہ
ہاں! علم و عمل میں تھا اک پیکرِ عظمت تو
اسلام کا شیدائی ۔ اللہ کا دیوانہ
تیری ہی دعاؤں نے بخشے ہیں ہمیں ناصر
ربوہ کی فضا پر ہے پھر لطفِ کریمانہ
عابدؔ ہے دعا میری اس تیری نشانی کو
حاصل رہے مولیٰ کی ہر نصرتِ شاہانہ

(مبارک احمد عابد)

روحِ الم کا سلسلہ چودہ رجب کی رات
کتنے غموں کا سایہ تھی یہ بھی عجیب رات
تھیں جس سے باغ حسن محمدؐ میں رونقیں
وہ عندلیب لے گئی یہ غم نصیب رات

آنکھوں میں کانپتے ہوئے اشکوں کو ہے تلاش
ملتا نہیں ہے آج اسیروں کو رستگار
فتح نصیب جو رہا ہر گام پر سدا
صد حیف! چُھپ گیا کہیں وہ مرد کامگار

محمودؓ جو کہ علم و عمل کا تھا قافلہ
وہ قافلہ بھی موت کی وادی میں کھو گیا
وہ نکتہ سنجِ گفتگو وہ شاہِ خوش بیاں
اے موت! تیری گود میں چپکے سے سو گیا

اے جانے والے! ہم پہ یہ احسان ہے ترا
تو نے خدا کے کر دیا از حد ہمیں قریب
باطل نے سر اٹھایا تو للکار کر اٹھا
تو شیرِ دینِ مصطفیٰؐ اسلام کا نقیب

جاں تک نثار کر گیا تو دین کے لئے
بھولے گا یہ جہاں نہ کبھی تیرے نام کو
عابدؔ لہو سے اپنے جلائے گا اب چراغ
پورا کرے گا ہر طرح وہ تیرے کام کو

(مبارک احمد عابد ربوہ)

چاند ڈوبا زمانہ ہار گیا
دینِ احمدؐ کا شاہسوار گیا

ہوک سی قلب ناتواں سے اٹھی
تیر سا دل کے آر پار گیا

غیرت چشمِ اشکبار گئی
نازش قلبِ سوگوار گیا

عمر بھر جس نے پھول برسائے
آج وہ ابر نو بہار گیا

شمع جنت کی روشنی ہے فزوں
کون پروانہ! جان ہار !! گیا!!

مظہر الحق و العلاء بن کر
کامگار آیا، کامگار گیا

ساری دنیا اسیرِ درد ہوئی
وہ اسیروں کا رستگار گیا

وہ دلوں کو سنوارنے والا
روحِ پرویز کو سنوار گیا

(پرویز پروازی)

ہر ایک چیز ترے حسن کی امیں نکلی
یہ سرزمیں تری یادوں کی سرزمیں نکلی

رہا نہ فرق گریبان و جیب و دامن میں
لو آج حسرتِ دامان و آستیں نکلی

ہر ایک ذرّہ ترے درد سے فگار ہوا
ہر ایک شے میں تری یاد جاگزیں نکلی

تمہارے بعد اسے حرزِ جاں بنایا ہے
وہ ایک حسرت دیدار جو نہیں نکلی

غم فراق میں رونا تو در کنار ہوا
بس ایک آہ تھی وہ بھی کہیں کہیں نکلی

وہ بات جس کے تصور سے جی لرزتا تھا
وہ بات تیرے تصور سے بھی قریں نکلی

جو آنکھ تیری علالت میں آب آب رہی
وہ آنکھ تیری جدائی میں آتشیں نکلی

قدم سے چھو کے مگر ابنِ ابنِ مریم کے
یہ خاکِ ربوہ بھی خاکِ فلک نشیں نکلی

(پرویزپروازی)

تری تلاش، ترا انتظار ہے اب بھی
کہ بے قرار دلِ بے قرار ہے اب بھی

وہ مَے جو تو نے پلائی تھی اپنے ہاتھوں سے
اُسی کا ذہن میں باقی خمار ہے اب بھی

ترے لبوں سے ہمیشہ جو پھول جھڑتے تھے
انہی سے اپنے چمن میں بہار ہے اب بھی

ترے ہی سوزِ دروں کا یہ اک کرشمہ ہے
کہ شمعِ دینِ ہدیٰ تابدار ہے اب بھی

ترا ہی منتظرِ دید اے شہِ خوباں
ترا غلام سرِ راہگزار ہے اب بھی

(ڈاکٹر محمود الحسن محمود ایمن آبادی)

عجیب سلسلہء دَورِ روزگار ہے آج
کہ آسماں کی طبیعت بھی پُر غبار ہے آج
یہ کون جانب فردوس ہوگیا رخصت
کہ کائنات کی ہر چیز دلفگار ہے آج
جسے بھی دیکھیں ہے یکسر ملال کی صورت
ہے دل میں حشر بپا روح بیقرار ہے آج
گلوں میں رنگ فضاؤں میں بو نہیں باقی
کچھ اس طرح سے لٹی رونقِ بہار ہے آج
چمن سے وہ گل رعنا چنا ہے گلچیں نے
کہ پھول پھول پریشاں ہے اشکبار ہے آج
طلوعِ صبح میں وہ بانکپن نہیں موجود
غروب شام کی تقریب سوگوار ہے آج
لگی ہوئی ہے لبوں پر اگرچہ مہر سکوت
رواں الم زدہ آنکھوں سے آبشار ہے آج
اگرچہ ان پہ ہزاروں کا ہے ہجوم مگر
اداس ربوہ کی ہر ایک رہ گزر ہے آج
جدا ہوا ہے جگر گوشۂ مسیحِ زماں
وصالِ عاشقِ آقائے نامدار ہے آج
فرشتے خلد بریں میں ہوئے ہیں صف بستہ
انہیں وہاں میرے آقا کا انتظار ہے آج
کچھ اس ادا سے اچانک وہ باوقار گیا
کہ اس کو چھوڑنے خود موسمِ بہار گیا

(ڈاکٹر محمود الحسن محمود ایمن آبادی)

نسرین وسمن، نرگس و ریحاں کی طرح ہے
وہ چہرہء شاداب گلستاں کی طرح ہے
مشتاق نگاہوں سے بھی ہو جاتا ہے دھندلا
وہ جسم کہ جو ماہ درخشاں کی طرح ہے
تم تھے تو بیاباں میں بھی رونق تھی مگر اب
کہتے ہیں جسے گھر وہ بیاباں کی طرح ہے
تم تھے تو دلِ زار بھی فردوس صفت تھا
فردوس بھی اب قریۂ ویراں کی طرح ہے
تم تھے تو مری آنکھ تھی اک نور کی مشعل
اب آنکھ مری روزنِ زنداں کی طرح ہے
تم تھے تو شبِ تار بھی روشن تھی مگر اب
کہتے ہیں جسے دن شب ہجراں کی طرح ہے
رشتہ ہے محبت کا بھی کیا قدرتی رشتہ
میں جسم کی مانند ہوں تو جاں کی طرح ہے
گاتا ہے جو محمود ترے عشق کی دُھن میں
وہ زمزمہ پریوں کے دبستاں کی طرح ہے

(ڈاکٹرمحمودالحسن محمود ایمن آبادی)

دہر میں اسلام کا پھر بول بالا کردیا
زندگی کا تو نے نصب العین پورا کردیا

مادیّت کی موت سے تو نے جہاں کو دی نجات
کس قدر مایوس بیماروں کو اچھا کردیا

تو نے ذرّوں کو اٹھایا اور مہر و مہ کیا
تو نے قطروں پر نظر کی اور دریا کر دیا

تو نے صحراؤں کے دل میں دھڑکنیں بیدار کیں
تو نے پھر مُردہ لبوں کو نغمہ پیَرا کر دیا

اک نئے اندز سے کی تو نے تفسیر حیات
زندگی کا اک نیا مفہوم پیدا کر دیا

کھو گئے خود اس طرح اس حُسن کے انوار میں
اپنی ہر جانب اسی کو جلوہ آراء کر دیا

تو جو نکلا مشعل فرقان ہاتھوں میں لئے
تیرہ و تاریک دنیا میں اجالا کر دیا

(اکبرحمیدی فیروزوالہ)

خبر ملی ہے کہ میرا آقا رفیق اعلیٰ سے جا ملا ہے
یہ ایسی وحشت اثر خبر ہے کہ دل مرا خون ہوگیا ہے

وہ میرا آقا وہ میرا پیارا ہوں میرے ماں باپ جس پہ قرباں
یتیم کر کے جو عاجزوں کو وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے

وہ ابنِ پاکِ مسیح دَوراں مثیلِ مہدی وہ نورِ پیکر
چھپا کے چہرہ جو عاشقوں سے لحد میں چپکے سے سو گیا ہے

ہے چشم گریاں کلیجہ بریاں جگر ہے چھلنی شکستہ دل ہے
چھپا ہے جب سے وہ چاند میرا اندھیرا آنکھوں میں چھا گیا ہے

وہ جس نے دنیا کے گوشے گوشے میں سکّہ اسلام کا بٹھایا
علومِ قرآں کی معرفت کا خزانہ جس نے لٹا دیا ہے

وہ خدمت دین حق میں جس نے گزار دی اپنی عمر ساری
جلا کے سینوں میں شمع ایماں وہ اپنے خالق سے جاملا ہے

وہ کلمۃ اللہ رضائے مولیٰ کے عطر سے جو ہوا تھا ممسوح
خدا کے سائے میں نفسی نقطہء آسماں پر چلا گیا ہے

وہ جس نے آدھی صدی سے زیادہ ہماری فرمائی راہنمائی
وہ مظہر حق وجود اقدس ہماری نظروں سے چھپ گیا ہے

سمجھ میں آتا نہیں کروں کیا میں روؤں چیخوں کہ سسکیاں لوں
حواس قائم نہ ہوش باقی مرے الٰہی یہ کیا ہوا ہے

مشیّت ایزدی کے آگے مگر نہیں ہے کسی کو یارا
بلانے والا ہے سب سے پیارا جو اس نے چاہا وہی ہوا ہے

ہمیں ہے لازم کہ اپنے آقا کی اس نصیحت کو یاد رکھیں
فروغِ دینِ رسولِ برحق ہی وجہِ خوشنودیٔ خدا ہے

کیا ہے پھر آج عہد ہم نے کہ دین دنیا پہ ہے مقدم
خلیفہ ثالث کی کرکے بیعت ثبوت اسی عہد کا دیا ہے

ہمارے پیارے امام جو بھی کریں گے ارشاد اس پہ ہم سب
بشوق خاطر کریں گے لبیک اسی اطاعت سے خوش خدا ہے

الٰہی توفیق دے ہمیں تو کہ خدمت دیں میں عمر گزرے
چلیں اسی راہ پر ہمیشہ کہ جس میں دیکھیں تری رضا ہے

(آفتاب احمد بسمل کراچی)

کس طرح زندہ رہوں تو ہی بتا تیرے بغیر
اے مسیحا مر رہا ہوں بے دوا تیرے بغیر

تیرے دم سے تھی چمن میں ہر طرف اک تازگی
گلشن دل کا شجر مرجھا گیا تیرے بغیر

تیرے اخلاق کریمہ کے ہزاروں تھے اسیر
کون پہنے گا یہاں زنجیر پا تیرے بغیر

خُلق اور احسان میں اپنے پدر کا تھا نظیر
ہر بشر مجروح دل اب ہوگیا تیرے بغیر

آہ تیرے غم میں اب ہادی کا دل مجروح ہے
کس طرح ہوگی بھلا اس کو شفا تیرے بغیر

(حکیم سید عبدالہادی بہاری)

ہے مکرر کلام ربِّ جلیل الرحیل الرحیل ثم رحیل
کر گئے کوچ دہر فانی سے مرزا محمود آہ بطل جلیل
یہ جہاں تو گزشتنی ٹھہرا ذات باقی ہے ایک رب جلیل
موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ اور احمدؐ سب نے پائی تھی بس کہ عمر قلیل
آہ رخصت ہوئے ہیں وہ ہم سے جن سے ملتی تھی ذات حق کی دلیل
کیا کروں میں رقم سب اس کے وصف حق کا محبوب تھا حسین و جمیل
پاک تھا صاف اور نیک نژاد تھا نجیب و شریف اور اصیل
عہد اپنے کا تھا وہ ذوالقرنین کھینچ دی گرد قلعۂ دیں کے فصیل
مسجدیں ہر جگہ ہیں بنوائیں ذکر باری کی خوب ہے یہ سبیل
اور تراجم ہوئے ہیں قرآں کے عام ہو علم تا کلام جلیل
علماء دیکھ کر ہوئے حیراں تیری تفسیر و جدتِ تخئیل
اس پہ فضل عظیم کر مولیٰ قرب میں تیرے اس کی ہو تنزیل
پرچم دین کو بلند کیا آفریں باد تجھ کو مرد جلیل
قصّہء غم کہ تھا طویل وعریض ہم نے بسمؔل کہا بہ حرفِ قلیل

ہاں سلام و درود ہو اس پر
شافعؐ جو ہے اپنا روز بدیل

(فضل الرحمٰن بی اے بی ٹی بھیرہ)

یہ الم انگیز ہے کتنی خبر
ہوش جس نے کر دیئے زیر و زبر
دل دھڑکتا ہے زباں چلتی نہیں
آنسوؤں نے کردیا ہے تر بہ تر
جو خدا کا نور تھا جاتا رہا
ہوگئے تاریک اب شمس و قمر
چُھپ گیا دنیا سے اک بدر منیر
اک رخ روشن ہوا ہے مستتر
نور تھے وہ نور سے جا کر ملے
ہو گئے تاریک سارے بحر و بر
کوئی بس چلتا نہیں میرے خدا
موت سے کوئی نہیں جائے مفر
کام صدیوں میں نہیں جو ہو سکے
کر گئے لمحوں میں وہ عالی گُہر
کہہ سکے گا کون اب منہ سے مرے
بولتا ہے وہ خدائے مقتدر

مرحبا اے مظہر الحق والعلاء
مرحبا اسلام کے شیریں ثمر
میرے جیسے عاصیوں کو ناز ہے
جو ہوئے خاک در فضل عمرؓ
بادشاہوں کو وہ نعمت کب ملی
جس سے ہم جیسے گدا ہیں بہرہ ور
یاد ایاّمیکہ ہم بھی تھے ایاز
کر گئے محمودؓ دنیا سے سفر
(میجر عبدالحمید سابق مبلغ امریکہ)

آہ ! وہ فضل عمرؓ سا رہنما جاتا رہا
مظہر الحق ولعلاء معجز نما جاتا رہا
نور سے جس کے منور ایک عالم ہوگیا
وہ مجسم نور اور وہ مہ لقا جاتا رہا
جس کی آمد تھی خدائے پاک کا گویا نزول وہ ''حلیم'' و ''صاحبِ فہم'' و ذکا جاتا رہا
جس کی شہرت دور دنیا کے کناروں تک ہوئی
لشکر تثلیث کا سب غلغلہ جاتا رہا
جس نے قبروں سے نکالا زندگی قوموں کو دی
وہ دم عیسیٰؑ و محبوب خدا جاتا رہا
طبقہء نسواں کو جس نے کی عطا تنظیم نو وہ مدبّر راہبر وہ ناخدا جاتا رہا
مشرق ومغرب میں غالب کر دیا اسلام کو
عاشقِ دین محمد مصطفیؐ جاتا رہا
کر کے دورہ ختم اپنا ماہ کامل چھپ گیا
ماہِ ربوہ اور شاہِ قادیاں جاتا رہا
ہم سے رخصت ہوگیا ہے جب سے ''رحمت کا نشاں'' زندگی کا لطف جینے کا مزا جاتا رہا
احمدیت کا خدا حافظ رہے ناصر رہے
جب خدا پر کی نظر سارا گلہ جاتا رہا

(شاکرہ اہلیہ لطیف الرحمٰن صاحب دھرمپورہ لاہور)

کہتا ہے کون باغ جہاں میں نہیں ہے تو　　گلشن میں تیرا رنگ ہے پھولوں میں تیری بو
سر سبز ہے چمن تیرا ویسا ہی ہو بہو　　عنبر بکھیرتی ہے صبا اب بھی چار سو
آواز تیری کان میں اب تک ہے گونجتی　　تیری شبیہہ پاک ہے آنکھوں میں گھومتی
احسان وحسن سے ترے واقف ہیں بحر و بر　　ان کو دیا ہے تو نے معارف کا مال و زر
پورا کیا جو مصلح موعود کا تھا کام　　باقی رہا نہ کچھ کہ کہیں جس کو ناتمام
موتی دیئے کلام الٰہی کے رول کر　　چہرہ دکھایا شاہد معنی کا کھول کر
دنیا نئی بسائی، سجائی، سنوار دی　　مردہ زمیں کو رونق فصل بہار دی
کشتی بچائی اور تلاطم سے پار کی　　طاقت تمام راہ خدا میں نثار کی
تھی قصر زندگی کی اسی قول پر بنا　　''اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا''
ساقی وہی ہے جام وہی ہے وہی سبو　　لیکن ہر اک نگاہ کو ہے کس کی جستجو؟
ہم اہل کاروان تھے تو میر کارواں　　یوں قافلہ ہمارا بصد شوق تھا رواں
پر تو نے اپنے نقطۂ نفسی کو جا چھوا　　ہم دیکھتے ہی رہ گئے یہ کیا سے کیا ہوا
وقت وصال حسرت وغم کا ہو کیا بیاں　　وہ انقلاب تھا کہ قیامت کا ہو گماں
حکم خدا نے جب تجھے ہم سے جدا کیا　　فرقت کے غم کو ہم نے گلے سے لگا لیا
جب آنکھ تیری دید کو بے حد ترس گئی　　دل سے اٹھی گھٹا تو پلک سے برس گئی

مجھ پر کبھی یہ ہو نہ سکا آج تک عیاں
رخصت[۱] تھی تیری یا ترے پیاروں کا امتحاں

(شاکرہ بیگم لاہور)

۱ جنازہ اٹھنے کا وقت۔ ''رخصت'' بطور اسم بھی استعمال ہوتی ہے

ہوئے ہیں دو سال اور دو دن
کہ جب خدا نے اسے بلایا
وہ ایک ننھا سا پاک چشمہ
جو بڑھتے بڑھتے بنا تھا دریا
بپھرتا چڑھتا عظیم دریا!
کہ جس کے سیل رواں کے آگے
ٹھہر سکا آج تک نہ کوئی
مزاحمت کا حقیر تنکا!
وہ اک گرجتا اُمڈتا طوفاں
وہ کوندتا رعد وبرق و باراں
جو کھل کے برسا
تو کِشتِ دیں پھر سے ہو گئی سرسبز
ہوا ہے آنکھوں سے اپنی اوجھل
مگر ہے دل کے قریب تر وہ
یہ پُتلیاں جن میں موہنی سی تمہاری تصویر گھومتی ہے
یہ آشنا کان جن میں اب تک تمہاری تقریر گونجتی ہے
کبھی ہواؤں کا زور اس میں کبھی سمندر کی وسعتیں تھیں
کبھی تھی موجِ صبا کی شوخی کبھی تکلم کی سطوتیں تھیں
زمانہ گو لاکھ رنگ بدلے
ہزار جھونکے نسیمِ صبح چمن کے آئیں
مگر وہ قلب و نظر کی ٹھنڈک
جو تیری الفت کے مرغزاروں میں بس رہی ہے
(پروفیسر نصیر احمد خان)

انا للہ چل بسے ہیں حضرت فضل عمرؓ
نائب حضرت مسیحؑ و خادم خیر البشرؐ

پسر موعود مسیح پاکؑ وہ ثانی بشیر
جس کو حق نے حسن و احساں میں بنایا تھا نظیر

چل بسا فرزند دلبند اور گرامی ارجمند
جس کے عزم وحوصلہ کی تھی ستاروں پر کمند

رشک کرتے تھے فلک جس پر وہ مرد خوش نصیب
قوم کی آنکھوں کا تارا اور مولیٰ کا حبیب

ملت بیضا کی عظمت کا جو تھا بطل جلیل
ہے سہاروں کا سہارا بے نواؤں کا کفیل

فتح ونصرت نے سدا چوما کئے جس کے قدم
جس کو ملتی تھی خدا کی عون و نصرت دمبدم

عمر بھر جو کفر کی یلغار سے لڑتا رہا
بے نیاز بیش و کم ہو کر بھی جو بڑھتا رہا

جس نے قرآن کے خزانوں کو بکھیرا ہر طرف
ظلمتیں چھٹتی گئیں دیکھا سویرا ہر طرف

جس کی تقریروں سے لرزہ کفر کے ایوان میں
جس کی تحریریں نہیں رکھتی ہیں ثانی شان میں

جو رضائے حق کے گویا عطر سے ممسوح تھا
وہ بسوئے نقطہء خود مرکزی مرفوع تھا

وہ جیا جب تک جیا اسلام کی خاطر جیا
اس نے تن من دھن سبھی کچھ حق پہ قرباں کردیا

اس کی فرقت میں فقط آنسو شریک غم نہیں
ارض ربوہ رو رہی ہے خود اکیلے ہم نہیں

عہد کرتے ہیں ترے بالیں پہ تیرے سوگوار
تیری روح پاک پر مولیٰ کی رحمت بے شمار

ہر طرف پھیلائیں گے اسلام کی چمکار کو
کند کر کے توڑ دیں گے کفر کی تلوار کو

یاد رکھیں گے ابد ہم تیرے ہر پیغام کو
اور غذا سمجھیں گے اپنی خدمت اسلام کو

(قریشی عبدالرحمٰن ابد)

نفس نفس ہے پریشاں نظر نظر حیراں
یہ کیسی آج قیامت گزر گئی ہے یہاں
روش روش ہے فسردہ چمن چمن ویراں
کلی کلی ہے یہاں آج جیسے نوحہ کناں
دھواں دھواں نظر آتے ہیں رہگزر کے چراغ
کہاں کہاں کوئی ڈھونڈے گا منزلوں کے نشاں
اداس اداس ہے سارا جہاں نگاہوں میں
ہر ایک شے ہے مرے دل پہ ایک بار گراں
حیات موت کی آخر اسیر ہو کے رہی
یہی ہے ریت زمانے کی کیا کرے انساں؟
کہاں ہے دل کو میسر سکون و صبر و قرار
جو تو نہیں تو مری زندگی ہے ایک فغاں
ترے وجود سے میری ہر ایک فکر جمیل
جو تو نہیں تو ہے رعنائی خیال کہاں؟

(قاصد ظریف کراچی)

آنکھ سے اوجھل یکایک چاند اپنا ہوگیا
غم کی کٹیا میں غریبوں کا بسیرا ہوگیا

آنکھ سے جاری ہیں آنسو دل سے اٹھتا ہے دھواں
مصلح موعودؓ کو اب ڈھونڈنے جائیں کہاں

جس کے دم سے تھی بہاراں باغ سے رخصت ہوا
وہ مسیح پاکؑ کا نور نظر رخصت ہوا

ہیں عنادل مضمحل افسردگی ہے اب یہاں
آنکھ سے اوجھل ہوا ہے وہ گل رعنا کہاں

بے کس و بیکل ہیں اب تو رازداں جاتا رہا
زندگی کا لطف ہی جاتا رہا جاتا رہا

باغ عالم پر اداسی ہے اندھیرا ہر طرف
ان کی شفقت ان کی الفت ڈھونڈیں اب ہم کس طرف

صبر کر اے دردؔ اس پر جو خدا نے ہے کیا
جو تجھے منظورِ خاطر تھا خدایا ہوگیا

(رضیہ درد ایم اے ربوہ)

عرفان کی شراب پلاتا رہا ہمیں
جنت کی راہ پر جو چلاتا رہا ہمیں

ہر فرق نیک و بد کا بتاتا رہا ہمیں — کیا کیا کہوں کہ کیا کیا سکھاتا رہا ہمیں
وہ جس نے علم وفضل کے دریا بہادیئے — سائل گواہ ہیں کہ خزانے لٹا دیئے
وہ جس نے کفر وشرک کے ایواں گرا دیئے — چہرے پہ حق کے جتنے تھے پردے ہٹا دیئے
محمود خود تھے ہم کو بھی محمود کر گئے — گردش میں ہر ستارے کو مسعود کر گئے
ملت سے کفر و شرک کو مفقود کرگئے — باطل کو حق کے سامنے مسجود کر گئے
عالم، ولی، مقرر و زاہد حضورؓ تھے — عشق رسولؐ رکھتے تھے عابد حضورؓ تھے
جس چاند کی ضیاء سے منور تھا اک جہاں — کہتا ہوں سچ کہ ان دنوں روشن تھا آسماں
اس روشنی میں چلتا تھا اپنا یہ کارواں — محمودؓ کاروان کے ہوتے تھے پاسباں

ڈوبا وہ چاند اپنے ستاروں کو چھوڑ کر
ہم بیکسوں کو درد کے ماروں کو چھوڑ کر

(شاہداعظمی گوجرہ)

ربوہ کے آسماں پر ٹوٹا مرا ستارا
ہائے کدھر گئے وہ کر کے مجھے اشارا
تاریکیاں غموں کی بڑھنے لگیں فضا میں
اب چاندنی کہاں کی جب چاند ہی سدھارا
پسر غلام احمد ختم رسل کی خاطر
جو خاک میں ملا تھا آقا تھا وہ ہمارا
اب وہ پہنچ گیا ہے روحانی آسماں پر
نقطہ وہی ہے جس سے عیسیٰؑ نبی اتارا
اللہ کی خلافت جاری ہے جو ازل سے
اب بھی رہے گی جاری اس کا نہیں کنارا
وعدہ کیا جو اس نے ہو کر رہے گا پورا
اللہ کی ہو نصرت ناصر ہے وہ ہمارا
ٹھہرو نصیر سننا کوئی پکارتا ہے
آئی صدا کہاں سے کس نے تجھے پکارا
اک تیرگی مٹا کر آنکھوں میں آگئے وہ
آنکھوں میں جذب کر کے دل میں انہیں اتارا

(شیخ نصیرالدین احمد ایم اے سابق مبلغ نائیجیریا)

مجھ کو یزداں کی قسم ہے تو وہی محمود تھا ۔۔۔ جو محمدؐ اور خدائے پاک کا موعود تھا
تھا حدیث پاک میں یولَدُ لہٗ جس کے لئے ۔۔۔ ذات واحد کی قسم ہے تو وہی ''مولودؔ'' تھا
جس کے آنے کے تھے شاہد انبیاء و اولیاء ۔۔۔ حق تعالیٰ کی قسم ہے تو وہی مشہود تھا
جس کو دیکھا نعمت اللہؒ کی نگاہ پاک نے ۔۔۔ تو ہی ''پسر یادگار'' ''مہدی معہودؔ'' تھا
جس کے آنے کی خدا نے دی مسیحا کو خبر ۔۔۔ تو ہی اے فخرِ رسل وہ مصلح موعود تھا
تو وہ رحمت کا نشاں تھا دین احمدؐ کے لئے ۔۔۔ جو مسیحا کی دعائے خاص کا مقصود تھا
پیشگوئی میں بیاں تھے جس قدر تیرے نشاں ۔۔۔ وہ نشاں ہر ایک تیری ذات میں موجود تھا
ربِّ کعبہ کی قسم تو نے خدا کے نور کو ۔۔۔ غرب تک پھیلا دیا جو شرق تک محدود تھا
توڑ ڈالے بت، مٹادی تو نے شان آذری ۔۔۔ ہر طرف گرچہ جہاں میں لشکر نمرود تھا
کیا عجب تو نے خلافت کو ہے پائندہ کیا ۔۔۔ وہ بھی تحسیں کہہ اُٹھے جن کا تو محسود تھا
غیرممکن ہے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمید ۔۔۔ تیری ہر تحریک احسن ہر عمل محمود تھا
جانشیں بھی دے دیا موعود کو موعود ہی ۔۔۔ اللہ اللہ کیا لحاظِ حرمتِ محمود تھا

اے خدا فضل عمرؓ کو نعمت موعود دے
اپنے قرب خاص کا انعام لا محدود دے

(شمس الاطباء حکیم محمد صدیق ربوہ)

محمود کہ موعود پسر فضل عمرؓ تھا
مخلوق سے منہ موڑ کے خالق سے ملا ہے
اسلام کی خدمت ہی میں عمر اپنی گزاری دشمن کے ہر اک وار کو سینہ پہ لیا ہے
وہ جس کو سنوارا تھا خداوند نے خود ہی
اس راہ میں جاں دے کے سبق ہم کو دیا ہے
جو حسن میں احسان میں مہدی کا تھا ثانی ہر نور محمدؐ کی غلامی سے لیا ہے
افعال میں بے مثل تو افضال میں یکتا
وہ زندہ ہے تابندہ ہے گو ہم سے جُدا ہے
ہر آنکھ ہے تر ہر رخ روشن ہے فسردہ یہ غم ہے کچھ ایسا کہ ہر اک غم سے سوا ہے
اے موت تو بر حق ہے اٹل ہے مجھے معلوم
پر گلشن احمدؐ کا حسیں پھول چنا ہے
متلاشی نگاہوں کے تصور سے بہت دور اے جانِ بہاراں تو کہاں جا کے چھپا ہے
ہر حال میں لازم ہے ہمیں شکر خدا کا
''محمودؓ'' لیا اس نے تو ''ناصر'' بھی دیا ہے
(مسز قدیر ارشاد ہیڈ مسٹریس فضل عمر جونیئر ماڈل سکول ربوہ)

بے امن و بے سکوں ہے مری جاں ترے بغیر
اشک آفریں ہے دیدۂ گریاں ترے بغیر

ہر قریہء حیات پہ حسرت محیط ہے
آبادیاں ہیں گویا بیاباں ترے بغیر
اب اعتبار زندگی باقی نہیں رہا
یہ محفل حیات ہے ویراں ترے بغیر
تسکین قلب و روح کا ساماں نہیں رہا
اس غم سے روز و شب ہوں پریشاں ترے بغیر
آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی ہے لگی ہوئی
ہو گا نہ یہ فرو کبھی طوفاں ترے بغیر
ہر احمدی ہے تیرے اچانک وصال پر
غمگین و دل گرفتہ ونالاں ترے بغیر
کیونکر رکیں گے اشک غریب الدیار کے
چھوٹا ہے اس سے صبر کا داماں ترے بغیر
ہر درد کی دوا تو میّسر ہے شوق کو
اک تیرے ہجر کا نہیں درماں ترے بغیر

(عبدالحمید شوق)

نورِ جان حضرت مہدی امام اتقیا　　مصلح موعودِ عالم صاحبِ فہم و ذکا
فخر قوم و فخر ملت خادم دین متیں　　قادیاں کے بادشاہ حضرت امیر المومنیں
اک نشان رحمت پروردگار کائنات　　لختِ جگرِ مہدیٔ موعود پاکیزہ صفات
ہر کہ و مہ کی زباں پر تیرا ذکر ضوفشاں　　ہوگئی حاصل تجھے واللہ حیات جاوداں
عشق دین مصطفیٰ میں تو تڑپتا تھا مدام　　ذکر رب العالمیں تیری زباں پر صبح و شام
عہد تیرا رحمت پروردگار بے چگوں　　کفر و باطل سامنے تیرے ہمیشہ سرنگوں
تو نے دنیا میں کیا اسلام کا پرچم بلند　　ہوگئی ساری زمیں پر یورش شیطان بند
نور سے بھر پور لے کر آستین زندگی　　گھس گئے ظلمت میں تیرے واقفین زندگی
چل دیئے وہ ساتھ لے کے عشق ربِّ ذوالمنن　　زندگی میں چھوڑ کر سود و زیانِ مال و تن
جان کی بازی لگا کر غیر ملکوں میں گئے　　سینکڑوں رنج ومصائب ایک عرصے تک سہے
احمدیت کا پیام جانفزا سب کو دیا　　ساری دنیا کو خدا کے نور سے روشن کیا
کام تیرے تجھ کو زندہ تا قیامت کر گئے　　تیرے ذمہ ساری دنیا کی امامت کر گئے
لطف گویائی کے مالک اے فصیح نکتہ داں　　آج بھی تڑپا رہا ہے تیرا انداز بیاں
نور سے معمور تھی تیری حیات کامیاب　　مرقد پر نور بھی دیکھی ہے مثل ماہتاب
عمر ساری یاد تیری دل سے جاسکتی نہیں　　موت تیرا نام دنیا سے مٹا سکتی نہیں

لُٹ گئی جب سامنے اپنے بہار زندگی
کس کو ہو گا شوق پھر اب اعتبار زندگی

(عبدالحمید شوق)

آؤ یارو! مہدیٔ مسعود کی باتیں کریں
ملت اسلام کے موعود کی باتیں کریں
کر گیا جنگل کو منگل جس کا عزم آہنی
دیکھ کر ربوہ کو اس محمودؓ کی باتیں کریں
خاک کے ذرّوں کو ہمدوش ثریا کردیا
معدنِ صد عزّ و شان و جُود کی باتیں کریں
ساری دنیا میں کریں تبلیغ دین مصطفیٰؐ
حضرتِ انسان کی بہبود کی باتیں کریں
جس نے پروانوں کو بخشا سوز و ساز زندگی
اس چراغ محفل مقصود کی باتیں کریں
جس نے دی توفیق مہدی کی غلامی کی مجھے
شوقؔ اس قادر کی اس معبود کی باتیں کریں

(عبدالحمید شوق)

چھائی ہے کس لئے یہ اداسی بہار میں
کیوں نوحہ زن ہیں بلبلیں ہر شاخسار میں
یارب شب فراق میں اشکوں کی یہ جھڑی
غم کی گھٹائیں چھائی ہیں دل کے جوار میں
کس کی تجھے تلاش ہے کیسی ہے جستجو
کیا ڈھونڈتا ہے غمزدہ اب اس دیار میں
مانا کہ صبر چاہئے لیکن مرے رفیق
وہ کیا کرے نہ جس کا ہو دل اختیار میں
راشد نہ چھیڑ ذکر وصال حبیب آج
طوفان رنج و غم ہے دل بے قرار میں

(راشد چوہدری ربوہ)

پھر مجھے داغ جگر یاد آیا
پھر کوئی رشک قمر یاد آیا

خادم نوع بشر یاد آیا
باعث فتح و ظفر یاد آیا

مظہر حق و علا ماحیٔ کفر
مطلع نور سحر یاد آیا

حسن و احسان میں مہدیؑ کے مثیل
اک سخی داتا کا دَر یاد آیا

بیٹھے بیٹھے مجھے اس پیارے کا
سوئے فردوس سفر یاد آیا

برکتیں پا گئیں قومیں جس سے
وہ مسیحاؑ کا پسر یاد آیا

برکت و رحمت و قربت کا نشاں
منبع علم و ہنر یاد آیا

مصدِر جود و سخا حِلم و کرم
راحتِ قلب و جگر یاد آیا

جس نے بنجر کو بنایا کندن
مجھ کو وہ کیمیاگر یاد آیا

سنگِ پارس تھا جو امت کے لئے
وہ ضیا بارِ گُہر یاد آیا

بدر کامل کا ہوا جب بھی طلوع
جانے کیوں فضل عمرؓ یاد آیا

حالت غیر مری دیکھ کے غیر
کہہ رہے ہیں اسے گھر یاد آیا

غیر کیا جانے کہ صدیق کو اک
رشک خورشید و قمر یاد آیا

(مولوی محمد صدیق امرتسری سابق مبلغ سنگاپور)

ملی ہے ربوہ سے یہ خبر جانکاہ یہاں   کہ چل بسا ہے جہاں سے وہ رحمتوں کا نشاں
ہمیشہ کام رہا جس کا خدمت انساں   اٹھا رکھا تھا جماعت کا جس نے بار گراں
کسے خبر تھی ہے نزدیک رحلتِ حضرت
کسے خیال تھا ہوجائیں گے وہ یوں رخصت

وہ جس کے سر پہ سدا ظلِّ کردگار رہا   جو روز و شب غمِ ملت میں بیقرار رہا
ہر اک کا محسن وہ ہمدرد و غمگسار رہا   الم نصیب اسیروں کا رستگار رہا
وہ نور و رحمت رحماں بھی پا گیا رحلت
خدا ہی جانے کہ مضمر ہے اس میں کیا حکمت

رہا جو برسرِ پیکار کفر سے ہردم   کیا بلند جہاں میں محمدیؐ پرچم
صلائے عام رہے جس کے فیض وحلم وکرم   کیا نظام خلافت کو جس نے مستحکم
وہ ظلِّ شاہد و مشہود[1] ہوگیا رخصت
مسیح پاک کا محمودؓ ہوگیا رخصت

جلائیں شمعیں ہدایت کی کو بہ کو جس نے   بنائیں مسجدیں دنیا میں چار سو جس نے
بڑھائی دینِ محمدؐ کی آبرو جس نے   بسائی قوم مسیحا کنار جُو جس نے
وہ رہبر رہ حق آہ ہوگیا رخصت
نہ جانے مولیٰ کی مضمر ہے اس میں کیا حکمت

[1] شاہد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مشہود حضرت نبی کریم ﷺ ہیں

حضور والا کی برکات کون بھولے گا　　وہ مہر و لطف و عنایات کون بھولے گا
وہ گاہے گاہے ملاقات کون بھولے گا　　وہ سب سے عدل و مساوات کون بھولے گا
غرض گوارا نہیں ہے حضورؓ کی فرقت
مگر خدا سے گلہ کی بھلا کسے جرأت
چمن میں گل تو ہیں لیکن وہ گلعذار نہیں　　بہار تو ہے مگر رونق بہار نہیں
نشیمنوں میں عنادل کو بھی قرار نہیں　　وہ کون ہے جو گلستاں میں سوگوار نہیں
کہ سُوئے خلدِ بریں باغباں ہوا رخصت
بہار و رونقِ بزم جہاں ہوا رخصت
خود اپنے خوں سے جو گلشن تھا آپ نے سینچا　　کبھی نہ وقت خزاؤں کا جس پہ آنے دیا
جسے تھا آپؓ کے عزم و عمل کا پانی ملا　　ہمیشہ آپ کی خوشبو سے جو مہکتا رہا
بنا سجا کے اسے آپ ہوگئے رخصت
ابھی ٹھہرتے، تھی اتنی بھی کونسی عجلت
یہ کاروانِ مسیحاؑ تو چلتا جائے گا　　قدم بفضل خدا اب نہ ڈگمگائے گا
خیال آپ کا ہر دم مگر رلائے گا　　اور عہدِ مصلح موعودؓ یاد آئے گا
دلوں پہ گرچہ ہے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا
مگر ہے مرضئِ مولیٰ بھی ازہمہ اولیٰ

(مولوی محمد صدیق امرتسری سابق مبلغ سنگاپور)

پھر کوئی غنچہ دہن یاد آیا
نازش حسن چمن یاد آیا
پھر پھپھولوں میں جلن ہونے لگی
پھر کوئی سیمیں بدن یاد آیا
پھر وہی عاشق قرآن حکیم
خادم قوم و وطن یاد آیا
صحن گلشن میں قدم رکھتے ہی
ناگہاں عہد کُہن یاد آیا
دیکھ کر ہنستے ہوئے گل ہر سُو
ان کا انداز سخن یاد آیا
مہدیؑ پاکؑ کا پسر موعودؓ
اور وہ موعود زمن یاد آیا
جس کی تھی موت بھی ''موتٌ حسنٌ''
مجھ کو ہمدم وہ حَسَن یاد آیا
جس کی ہمت نے بسایا ربوہ
دیکھ کر کوہ و دمن یاد آیا

(محمد صدیق امرتسری سابق مبلغ سنگاپور)

[1] موتُ حَسَنٍ موتٌ حَسَنٌ فی وقتِ حَسَنٍ (الہام حضرت مصلح موعودؓ)

کیا بتاؤں دل پہ کیا گزری سنی جب یہ خبر
ہو گیا رخصت مسیحؑ پاکؑ کا لخت جگر
وہ کہ شہرت جس کی دنیا کے کناروں تک ہوئی
وہ کہ جس سے برکتیں پاتے رہے لاکھوں بشر
وہ کہ جس کو فکر دیں سے نیند بھی آتی نہ تھی
وہ کہ جو مصروف رہتا رات دن شام و سحر
وہ کہ جو عشق رسول پاکؐ میں سرشار تھا
وہ کہ جو کرتا رہا دیں کی اشاعت عمر بھر
جو کہ علم و معرفت کا اک خزانہ دے گیا
احمدی نازاں رہیں گے جس کی تصنیفات پر

(سرفراز علی واہ چھاؤنی)

نور چشم مہدیٔ آخر زماں تجھ کو سلام
قوم کے اے پاسبان مہرباں تجھ کو سلام
تو ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہوگیا
گویا دنیا کا چراغ زندگی گل ہوگیا
اے شہنشاہِ زماں جانِ جہاں تجھ کو سلام
چاند سا تابندہ چہرہ آہ وہ روشن جبیں
درد میں ڈوبی ہوئی تیری صدائے دلنشیں
اے رخ پُر نور اے شیریں زباں تجھ کو سلام
تیرے جانے سے ہوا کیا حال دل مَیں کیا کہوں
رات دن روتی ہوں تجھ پر ہو کے بے کل کیا کروں
تیرے بن سونا ہوا سارا جہاں۔ تجھ کو سلام
یوں اچانک تو جدا ہوجائے گا کیا تھی خبر
اس دلِ بے تاب کو صبر آئے گا کس طور پر
اے شفیق و غمگسار و مہرباں۔ تجھ کو سلام
تو نے دنیا بھر میں نام اسلام کا روشن کیا
خدمت دیں کے لئے قربان تن من دھن کیا
قوم کے ہمدرد دیں کے نگہباں تجھ کو سلام
کس طرح تیری صفات عالیہ کا ہو بیاں
خوبیاں تیری رقم ہوں ہم میں یہ قوت کہاں
علم اور عرفاں کے بحر بیکراں تجھ کو سلام
تجھ پہ ہو رحمت خدا کی دین کے اے پاسباں
حامی و ناصر ہمارا بھی ہو رب دو جہاں
ہم کو وہ بخشے سدا حفظ و اماں تجھ کو سلام

(سیدہ منصورہ تحسین بنت شاہ زمان علی صاحب لاہور)

جی بے طرح اداس ہیں ہر دل ہے بیقرار
اب بھی تمہاری یاد میں عالم ہے سوگوار

سونی پڑی ہوئی ہے ہر اک مجلسِ طرب
پھیکی پڑی ہوئی ہے ہر اک بزم کی بہار!

ہے ارتعاش اب بھی فضاؤں میں موجزن
اجڑا ہوا ہے آج بھی تجھ بن ترا دیار

آئیں گی تجھ سی رونقیں تجھ بن بھی اے حبیب؟
چہکے بھی بوستان میں تجھ سا کوئی ہزار؟

پیالوں سے پیاس ان کی بجھے گی نہ ساقیا
تا حشر بھی کریں گے بلانوش انتظار

ٹلتے بھی ہیں نوشتہء تقدیر کے فسوں؟
عباسؔ آئے بھی ہیں کبھی خُلد کے سوار؟

(سیدعباس علی شاہ بی اے)

اے ساقیٔ میخانہ اخلاص و ترحّم
ہر دکھ کی دوا تھا تُو ہر زخم کا اک مرہم
تو اٹھ کے جو اس محفل ہستی سے گیا ہے
ماتم میں سیہ پوش ہیں مہر و مہ و انجم
وہ حشر بپا آج زمانے میں ہوا ہے
شرمائے جسے دیکھ کے صد شورش قلزم
رونق ترے ہونے سے تھی اس بزم طرب کی
میخانے پہ چھایا ہے عجب یاس کا عالم
ہر چند تری ذات تھی مخدومِ ملائک
نزدیک ترے خدمت انساں تھی مقدم
طاہؔر ہی نہیں درد سے افسردہ و حیراں
ہر فرد ترے غم سے ہے بادیدۂ پرنم

تُربت پہ تری پھول عقیدت کے ہیں حاضر
تربت پہ تری رحمتِ یزداں رہے ہر دم

(مبشر طاہر پسرور ضلع سیالکوٹ)

(ایک غیر از جماعت مشہور شاعر کے قلم سے)

اس کی تجلیوں سے ہی روشن حیات تھی
وہ شمعِ کائنات دلِ کائنات تھی

اک رہنمائے اہل بصیرت کی موت سے
گزری جو میرے دل پہ عجب واردات تھی

وا حَسرتا کہ دستِ اجل نے سمیٹ لی
باقی جو ایک انجمن التفات تھی

اے مہرِ ہست و بود یہ کیا حادثہ ہوا
تاریک اس قدر تو نہ صبح حیات تھی

مربوط تھا انہی سے ہر اک رشتۂ قلوب
ملت کی راز دار وہی پاک ذات تھی

محتاج تبصرہ ہی نہیں ان کی زندگی
مجموعہء صفات وہ جان صفات تھی

ان کی نظر میں راہنمائی کا نور تھا
ان کے لبوں پہ رشد وہدایت کی بات تھی

اے شام زندگی تری تقدیر سو گئی
اے صبح زندگی تری قسمت میں رات تھی

لفظوں میں ڈھل سکا نہ یہ داغ مفارقت
کتنی شدید شرح غم واقعات تھی

یوں سہہ لیا ہے دل نے یہ غمناک سانحہ
جیسے یہ سانحہ بھی مقدر کی بات تھی

(شرقی بن شائق لاہور)

کر رہی ہوں رقم درد کی داستاں   کھو گیا مجھ سے مقصود میرا کہاں
یعنی وہ صاحبِ عظمت و عزّ و شاں   میرا محبوب محمودؓ شاہِ جہاں
تیری یادوں سے دل میرا آباد ہے
تیری فرقت میں دل میرا ناشاد ہے
یاد آتی ہیں تیری وہ غمخواریاں   تیری ہمدردیاں تیری دلداریاں
بے سہارا دلوں کا سہارا تھا تو   غم میں ڈوبے ہوؤں سے عزاداریاں
جب بھی گردش میں سب نے کنارا کیا
تیرے لطف و کرم نے سہارا دیا
تیری تعریف کیا ہوسکے گی بیاں   نہ ہی زورِ قلم نہ ہی منہ میں زباں
تیرے آنے سے گویا خدا آگیا   مظہر الحق کا تو ایک زندہ نشاں
عظمتِ دیں تیرے دم سے قائم ہوئی
عظمتوں کا تھا تو ایک کوہِ گراں
اب بھی حسرت سے جاں وقفِ آلام ہے   سخت رنجور ہوں اور ہوں نیم جاں
زخم دل کے مگر میں دکھاؤں کہاں   تو ہی فریاد سن اے مسیحِؑ زماں
مانگتی ہے دعا صولتؔ نیم جاں
کام آئیں رہِ دین میں جسم و جاں

(صالحہ صولت)

حَیف اپنا دلستاں رخصت ہوا
حَیف اپنا رازداں رخصت ہوا
ماں سے بڑھ کر جو ہمیں کرتا تھا پیار
وہ ہمارا مہرباں رخصت ہوا
باغ ملت سے گل رعنا گیا
رونقِ بزمِ جہاں رخصت ہوا
ہیں عنادل مضمحل افسردہ دل
وہ بہار گلستاں رخصت ہوا
آہ! جس کے دم سے تھی فصل بہار
باغ سے وہ باغباں رخصت ہوا
حسن و احساں میں مسیحاؑ کا نظیر
فضل و رحمت کا نشاں رخصت ہوا
وہ مسیحؑ وقت کا لختِ جگر
کر کے ہم کو نیم جاں رخصت ہوا
لشکرِ اسلام کا بطلِ جلیل
دین حق کا پاسباں رخصت ہوا
کفر کی یورش کو کر کے پائمال
وہ جری وہ پہلواں رخصت ہوا

حضرتِ فضلِ عمرؓ۔ خضرِ طریق
راہنمائے سالکاں رخصت ہوا

اپنے کاموں میں ''اولوالعزم'' و ''فہیم''
کامگار و کامراں رخصت ہوا

علم و عقل و دانش و عرفاں کا
ایک بحر بیکراں رخصت ہوا

حضرت محمودؓ وہ ''دل کا حلیم''
افتخار خانداں رخصت ہوا

بالیقیں وہ مصلح موعود تھا
تاجدار عارفاں رخصت ہوا

ہو چکا آباد جب ربوہ تو پھر
یادگار قادیاں رخصت ہوا

لاجرم وہ زندہء جاوید ہے
گو سوئے باغ جناں رخصت ہوا

موجب تسکین تھی جس کی دعا
ہاں وہی صاحب قرآں رخصت ہوا

جن کی ہر اک بات تھی آب حیات
ہم سے وہ شیریں بیاں رخصت ہوا

کارواں کو آبدیدہ چھوڑ کر
خود امیر کارواں رخصت ہوا

رحمت حق اس پہ ہو نازل مدام
مونس خورد و کلاں رخصت ہوا

زخم دل تازہ رہے گا عمر بھر
دے کے غم کی داستاں رخصت ہوا

شکر للہ مل گیا نعم البدل
غم کا اک بار گراں رخصت ہوا

ناصر دین محمدؐ آ گیا
قوم سے غم کا سماں رخصت ہوا

"نَـــافِــلَةً لَّکَ"[1] ہوا جلوہ پذیر
شاد اب خوف زیاں رخصت ہوا

(محمد ابراہیم شاد)

[1] الہام حضرت مسیح موعودؑ

اک ستوں اور گرا دین کے ایوانوں کا　　　اک چراغ اور بجھا دل کے شبستانوں کا
روح کے عرش کا اک اور ستارا ٹوٹا　　　ہو گیا خون مری قوم کے ارمانوں کا
پھول وہ توڑا ہے تقدیر نے گلشن سے کہ بس　　　اب تصور بھی نہ آئے گا گلستانوں کا
آج قرآن کا وہ ہم سے مفسر چھوٹا　　　سلسلہ کٹ گیا افسوس ان عرفانوں کا
قادیاں تیری محبت میں تجھے یاد رہے　　　لٹ گیا قافلہ پر دیس میں کچھ جانوں کا
پھر سے لَو شمع خلافت کی لرز اٹھی ہے　　　پھر سے حافظ ہے خدا شمع کے پروانوں کا
احمدیت کے لئے پھر سے قیامت آئی　　　امتحاں پھر سے ہے مقصود مسلمانوں کا
پھر فدا کاریٔ احباب کے چرچے ہیں یہاں　　　پھر سے اک شور ہے عشاق کے افسانوں کا
پھر سے مجلس میں خلافت کی ہیں برکات یہاں　　　بزم میں ذکر ہے محمودؓ کے احسانوں کا
میری آنکھیں ہیں کہ دریا کی طرح اُمڈی ہیں　　　قابل دید ہے چھلکا میرے پیمانوں کا
شوق سے اپنے خداوند کے ہاں تم جاؤ　　　تیرا اللہ ہے حافظ تیرے مستانوں کا
ہاں ترے تخت خلافت کا ہے ناصر مولیٰ　　　ہو نگہبان خدا دیں کے نگہبانوں کا
میرے محمودؓ ذرا کاش تو دم بھر دیکھے　　　حال احباب کا عشاق کا دیوانوں کا

یوں تو خُم خانے یہ آباد رہیں گے محمودؓ
لطف کیا آئے گا بن تیرے خمستانوں کا

(محمود احمد مرزا کبیر والہ ضلع ملتان)

حیراں ہیں جام و مینا کہو کون اٹھ گیا؟ ویراں ہے طور سینا کہو کون اٹھ گیا؟
بے نور ہو گئی ہے یہ کیوں شمع زندگی مشکل ہوا ہے جینا کہو کون اٹھ گیا؟
وہ میری انجمن کا اجالا کدھر گیا
راتوں کو اٹھ کے جاگنے والا کدھر گیا
جس کی صدا سے غلغلہ تھا کائنات میں
وہ میر کارواں وہ جیالا کدھر گیا
کس نے چرا لیا ہے مرے مہر کا سنگار کس نے کیا ہے آج ستاروں کو اشکبار
زخمی ہے دل نظر ہے پریشاں جگر فگار سر کو پٹک رہی ہے یہ کیوں عندلیبِ زار
تو فخر روزگار تھا تو قلبِ کائنات
تو قوم کا وقار تھا سرمایہء حیات
یہ شام، یہ سحر، یہ شب و روز مہر و مہ
دنیائے دوں میں ہے بھلا کس چیز کو ثبات
چمکے گا تا ابد تو یہاں بن کے آفتاب یہ موت کھو سکے گی نہ کچھ تیری آب و تاب
ہم کو تمہارے نقشِ کفِ پا ہیں اس طرح تاریکیوں میں جیسے نکل آئے آفتاب
کرتی ہے تجھ پہ ناز یوں ربوہ کی سرزمیں
اللہ کا شکر ہے کہ تو میرا نصیب تھا
تو رہبر عظیم تھا تو رہنمائے دیں
مقصد تری حیات کا کتنا عجیب تھا

دیکھے گی کس کو آ کے وہاں اب مری نظر　　ہیں کاٹنے کو آتے مجھے آج بام و دَر
اب چشمِ انتظار کی صورت ہے تیرا گھر　　داماں گلوں کے چاک ہیں کلیاں بچشم تر

تو دل کی روشنی تھا نگاہوں کا نور تھا
تو فخرِ روزگار تھا حق کا ظہور تھا
نیکی تری حیات کی تھی جزوِ اوّلیں
دل تیرا نورِ عشق محمدؐ میں چور تھا

کیونکر تری صفات کا دیواں رقم کروں　　وہ پاکئ بیان کہاں سے بہم کروں
جی چاہتا ہے آج منیرہ سرِ نیاز　　اس آستاں پہ جا کے عقیدت سے خم کروں

تجدیدِ دین لکھی تھی تیرے نصیب میں
تو باریاب ہوگیا بزمِ حبیبؐ میں

(سیدہ منیرہ بخاری لاہور)

یہ نظم ایک غیر از جماعت صاحب سید جگر کاظمی خاقانی سرحدی نے لکھی اور محترم مولوی چراغ الدین صاحب مربی سلسلہ پشاور نے اسے شائع کرایا۔

افتخار احمدیت نازش اسلامیاں
صاحب علم و عمل اسلام را یک پاسباں
یعنی آں مرزا بشیرالدین محمودِ نِکو
نائب و ابن غلام احمد مسیحائے زماں
ذوالفقارِ حیدرِ کرار بہر ارتداد
بود آں سینہ سپر بہر دفاع کافراں
رخت بربستہ ز دنیا شُد سُوئے باغِ ارم
بے شمار افراد را بدیک متاع بیکراں
در جہاں سہ صد[۳] مساجد انجمن یک نیم صد[۱۵]
حاصل سعی ازیں مردِ خدا شد بے گماں
در زبانِ دہ[۱۲] و دو شُد ترجمہ قرآن پاک
مشتہر پیغام حق از قیرواں تا قیرواں
ہشت از ماہ نومبر صبح از دو شنبہ بود
گفت بسیکے بحق شد سوئے بستان جناں
حق پئے پسماندگاں روزی کند صبر جمیل
حشر آں باشد بجنگ[۱] افتخار مرسلاں
تو اگر خواہی بیابی سال رحلت اے جگر
یک بشیرالدین دوم محمود سوم رفت خواں

(سید جگر کاظمی خاقانی سرحدی)

[۱] گروہ

بشیرالدین۔محمود۔رفت
1385

اے مثیلِ ابن مریم مہدیٔ آخر زماں　　مصلح موعود اے پسر امام کامراں
اے مسیح پاکؑ کے لخت جگر نور نبی　　اے گروہ اتقیا و اصفیا کے پاسباں
حافظ دین متیں اے راز دار راہ حق　　واقف اسرار دیں اے رہنمائے سالکاں
تو سدا زندہ رہے گا اپنے کاموں کے طفیل　　اک جہاں پر تیرے احسانوں کا ہے بارگراں
عہد میں تیرے ہوئے ظاہر نشاں ہائے قدیر　　زیب دیتا ہے اگر تجھ کو کہوں قطب زماں

وہ زمین شور تھی جو شورے سے یکسر سفید
بن گئی ہے آج وہ رشکِ گُلِ باغ جناں

کیا کرامت ہے کہ تیرے پاؤں کے نیچے سے آج　　کر دیا جاری خدا نے چشمۂ آبِ رواں
شوکت اسلام تیرے دم سے پھر قائم ہوئی　　ہو رہے ہیں اہل مغرب اب اسیر قادیاں
یہ ترا اعجاز ہے دشت و جبل میں چار سو　　تیرے دیوانے ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں جاں
ایک ہی مقصد ہے سب کا خدمت اسلام ہو　　پرچم اسلام لہراتا رہے باعزّ و شاں
بٹتی ہے تشنہ لبوں میں یاں شراب زندگی　　مست ہو ہو جاتے ہیں ربوہ میں رندانِ جہاں

عاشقوں پر کس قدر تیری جدائی شاق تھی
تیرے غم میں ہورہا ہے تیرا سرورؔ نیم جاں

(چوہدری محمد علی سرورؔ بی اے بی ٹی ربوہ)

اللہ کو سدھارے اللہ کے پیارے
اسلام کے وہ شیدا فضل عمرؓ ہمارے
دکھ درد میں وہ مونس نادار کے سہارے
وہ نائب مسیحا مہدی کے وہ دلارے
"اہل زمیں کے رہبر چشمِ فلک کے تارے"
جو ان کا تھا پیارا اس کے ہوئے وہ پیارے

ہے آنکھ اپنی گریاں
دل رنج سے ہے بریاں

(امین اللہ خاں سالک)

اے مثیلِ مسیحؑ زماں ہو کہاں
چاند سا منہ لئے چھپ گئے ہو کہاں

دیکھ سُونی ہے تجھ بن یہ بزمِ جہاں　　چار سُو کیسے پھیلی ہیں خاموشیاں
چُپ شجر ہیں تو ہیں برگ بھی نیم جاں　　آج اُجڑا سا لگتا ہے یہ آشیاں
کتنے غمگین ہیں آج پیرو جواں　　چشم پرنم ہے اور کٹ گئی ہے زباں
ہو گئیں ختم تاروں کی تابانیاں　　پڑ گئی پھیکی پھیکی سی یہ کہکشاں
چپ ہیں ربوہ کی دھرتی کے کون ومکاں　　جس طرف دیکھو ہے ایک ہو کا سماں

رو رہا ہے تری یاد میں قادیاں
کہہ رہا ہے مرا رازداں ہے کہاں

تیرے ہی دم قدم سے تھا روشن جہاں　　اب مگر چھا گیا ہے اندھیرا یہاں
خوبیاں اس کی کیسے کروں میں بیاں　　میں بتاؤں تو بن جائے گی داستاں
جب وہ آئے تو چھٹنے لگیں بدلیاں　　بادہ خواروں پہ چھانے لگیں مستیاں
ذرّۂ گلستاں بن گیا گُل فشاں　　بلبلوں کو بھی آنے لگیں شوخیاں
احمدیت سے جو لوگ تھے بد گماں　　خاک میں ان کی ملنے لگیں ہستیاں

چشمہ اسلام کا کر دیا پھر رواں
چلتے چلتے گیا تھا جو رُک ناگہاں
مدتوں سے جو تھے راز ہم سے نہاں
کر دیئے آکے اس نے وہ ہم پہ عیاں
اس کی خاطر دکھائے گئے وہ نشاں کہ معاند بھی کہنے لگے الاماں
اس کی تقریر میں تھیں وہ جَولانیاں گردشیں بھول جاتا تھا یہ آسماں
اس کو دیں اس زمانے نے گو تلخیاں کم نہ ہرگز ہوئیں اس کی سرگرمیاں
اب دکھائیں کسے چاک دامانیاں
اپنی حیرانیاں اپنی ویرانیاں
ہے دعا تجھ سے آخر میں رب جہاں سن تو نالے میرے اور میری فغاں
اتنے اونچے ملیں اس کو درجے وہاں کوئی کر بھی نہیں سکتا جس کا گماں
اے خدائے سمیع اے مرے مہرباں سُن کہ اشکوں سے تَر ہوگیا آشیاں
آگے بڑھتا رہے اس کا یوں کارواں
شادماں شادماں کامراں کامراں

(مومنہ فرحت بنت چوہدری عبدالقادر صاحب ایگزیکٹو انجینئر تونسہ بیراج)

آٹھ نومبر کا دن اب بن گیا ہے یاد گار
یاد جس کی آکے کردیتی ہے ہم کو سوگوار

ہر طرف تھا اضطراب اور مضمحل تھی چاندنی
رات کے پردے میں پوشیدہ تھیں چندآہیں مری

چاند بھی افسردگی سے جھانکتا تھا غرب سے
روشنی تاروں کی مدھم پڑ رہی تھی کرب سے

آفتاب اس روز بھی نکلا تھا پر اتنا اداس
کوئی افسردہ سی بیوہ،ٹوٹ جائے جس کی آس

روٹھ کرجاتا رہا اس وقت وہ فضل عمرؓ
جس کے آنے کی خدا نے پہلے سے دی تھی خبر

تو نے اپنے عہد کوکس شان سے پورا کیا
عمر بھر تو دوسروں کے درد میں شامل رہا

درد دل سے تو نے جتنی خدمت اسلام کی
ساری یہ قربانیاں شاہد ہیں تیرے نام کی

تو نے پھیلایا جہاں میں ہر طرف اسلام کو
ہم بھلا سکتے نہیں تیرے کسی بھی کام کو

ہر طرف افسردگی ہے ہر طرف ہے اضطراب
ارض ربوہ اب تمہاری یاد میں ہے سوگوار

چشم پرنم ڈھونڈتی ہے تجھ کو اے فضل عمرؓ
جستجو میں تیری بھٹکی ہر طرف میری نظر

موت نے چھینا ہے ہم سے جسم خاکی بالیقیں
چھین لے وہ یاد بھی تیری یہ ممکن ہی نہیں

تیرے جانے سے تری یادیں تو جاسکتی نہیں
کارنامے اب تو تاریخیں بھلا سکتی نہیں

اے خدا محمودؓ کو تو قرب سے اپنے نواز
روح اس کی رحمتوں سے اپنی تُو کر سرفراز

اب عمل کی اور ہم کو صبر کی توفیق دے!
درد کے ماروں کو دل پر جبر کی توفیق دے!

(طیبہ صدیقہ جامعہ نصرت ربوہ)

رَثَآءُ الْاِمَامِ الْمُصْلِحِ الْمَوْعُوْد، نَوَّرَاللّٰهَ مَرْقَدَهٗ

(بقلم الاستاذ عزیز الرحمن منگلا)

مِنْ اَیِّ الثَّنَایَا طَالَعَتْنَا النَّوَائِبُ
وَ اَیُّ خَطِیْئَتِنَا رَأَتْھَا الْمَصَائِبُ
وَلَمَّا نَکُنْ نَاسِیْنَ رُزْءَ بَشِیْرِنَا
وَشَرِیْفِنَا حَتّٰی اَتَانَا الرَّوَاسِبُ
نُعِیْنَا اِمَامَ الْحَقِّ مِتْنَا اَمَامَهٗ [1]
اَمِ الدَّھْرُ بِالْمُتَلَھِّفِیْنَ یُلَاعِبُ
اَیَا لَیْلَۃً کُنَّا نُکَابِدُ طُوْلَھَا
وَ بِتْنَا بِرَبْوَۃَ وَالْعُیُوْنُ سَوَاکِبُ
فَفِیْھَا فَقَدْنَا نُوْرَنَا وَضِیَآءَ نَا
وَبَاتَ الْاَنَاسِیُ سُجَّدًاوَّالْکَوَاکِبُ
سُلِبْنَا اَصَاحِ تَلِیْدَنَا وَ طَرِیْفَنَا
فَلَیْسَ لَنَا شَیْءٌ سَوٰی الصَبْرِ جَالِبُ
فَلَوْ کَانَ لِلْمَوْتٰی خِیَارُ تَبَادُلٍ
فَدَیْنَاکَ یَا مَحْمُوْدُ اَلْفَا نُصَاحِبُ
عَلَیْکَ نُحَاذِرُ یَا حَیَاۃَ جَمِیْعِنَا
فَمَنْ شَآءَ فَلْیَھْلِکْ وَرَائَکَ غَآئِبُ [2]

---

[1] کاش ہم مرجاتے [2] میت

وَمِنْ مَذْهَبِیْ حُبُّ الْمَسِیْحِ وَاٰلِهٖ
وَلِلنَّاسِ مِمَّا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ
وَمَا كَانَ اِلَّا سِرَّ اَحْمَدَ كَامِلًا
وَمَا كَانَ اِلَّا ابْنُهُ الْمُتَعَاقِبُ
وَكَانَ مُحِیْطًا[1] لِلْعُلُوْمِ الظَّوَاهِرِ
كَمَا كَانَ لِلْعِلْمِ اللَّدُنِّیِّ قَاصِبُ[2]
بَشَارَاتُ عِیْسٰی فِیْهِ تَمَّتْ جُمَّةً
هُوَالْمُصْلِحُ الْمَوْعُوْدُ لَیْسَ یُشَارِكُ
شَرِبْنَا مِنَ الْاَیَّامِ كَأْسًا مَرِیْرَةً
لَوِالدَّهْرُ سَالَمَنَا فَنَحْنُ نُحَارِبُ
رَءَیْنَا بُدُوْرَ الْاَرْضِ تَغْرُبُ فِی الدُّجٰی
وَزُوْنَا اجِبَالَ الْاَرْضِ قَدْ تَتَسَارَبُ
وَاَثْقَلُ مَحْمُوْلٍ عَلٰی الْعَیْنِ دَمْعُهَا
اِذَا بَانَ اَحْبَابٌ وَنَاحَتْ نَوَادِبُ
وَاُبْدِی التَّصَبُّرَ لِلْعَدُوِّ وَلَوْ دَرٰی
بِتَحَرُّ قِیْ اَفْتٰی بِاَنِّیَ كَاذِبُ
مَنِ الَّذِیْ نَدْعُوْ وَ نَهْتِفُ بِاِسْمِهٖ
اِذَا هَمَّ اَمْرٌ وَالتَّقَتْنَا الْكَرَائِبُ

---

[1] سمندر   [2] بادل

وَمَــنْ لِــکَلامِ الــلّٰـــهِ یُــظْھِــرُ قَــدْرَہٗ
وَمَــنْ فِــی الْــمَــحَافِلِ یَحْضُرَنْ وَ یُخَاطِبٗ

سَیَـــاتِــیْ زَمَـــانٌ فِــی الْبَــرَایَــا تُــمَجَّدُہٗ
یُـــوَاسِیُکَ اَھْــلُ الشَّـــرْقِ ثُــمَّ الْــمَــغَــارِبٗ

وَصَــلّٰــی عَــلَیْکَ الــلّٰــہُ مَــا طَــارَ طَـآئِــرٌ
وَمَـــا دَامَ دِیْــنُ الْــحَــقِّ فِــی الْاِرْضِ غَــالِــبٗ

بِکَ الْـحَوْلُ یَـا رَبَّ البَـرَایَـا وَ قُوَّۃٌ
فَــوَفِّــقْ لَــنَـــا اَنْ نــصْبِــرَنْ لاَ نُــجَـــاذِبٗ

عَــلَیْکَ تَــوَکَّــلْــنَـــا وَ اَنْــتَ مَلاذُنَـــا
وَقَــدْ مَسَّــنَـــا ضُــرٌّ وَاَنْــتَ الْــمُــغَــالِــبٗ

وَ یَـــا رَبَّ صَــلِّ عَــلٰــی نَبِیِّکَ دَآئِــمـــاً
وَعَـــلٰـــی مَسِیْــحِکَ عَبْــدِکَ الْــمُتَــقَــارِبٗ

اِلٰھِــیْ بِــوَجْـــہِ الْــمُــصْــطَــفٰـــی وَ غُلَامِـــہٖ
تَــحَـــنَّــنْ عَـــزِیْـــزاً یَــوْمَ تُــخْشَـــی لُــعَــوَاقِــبٗ

☆......☆......☆

ٖ لَا نُنَازِعُ

تھی جن سے روشنی وہ ستارے چلے گئے
غم خوار و غمگسار ہمارے چلے گئے
ٹوٹا وہ گُل جو زینتِ باغ جہان تھا
نصرت جہاں کے راج دلارے چلے گئے
بیواؤں، بیکسوں کا سدا رکھتے تھے خیال بیواؤں، بیکسوں کے سہارے چلے گئے
بلبل خموش، پھول پریشاں، چمن اداس
گلشن کا روپ رنگ نظارے چلے گئے
آنکھوں میں اشک، لب پہ دعا، دل میں درد ہے
تربت پہ ان کی ان کو پکارے چلے گئے
اشکوں نے غم کی آگ لگا دی جہان میں آہوں کے آسماں پہ شرارے چلے گئے
چھائی ہوئی ہے عالم ہستی پہ تیرگی
روشن ہوئے جو چاند ستارے چلے گئے
یادِ حزیں میں آج تڑپتے ہیں سوگوار
جانے کہاں وہ جان سے پیارے چلے گئے
اے شمع! بجھ گئی ہے جو کر کے ہمیں گداز پروانے تیرے ہجر کے مارے چلے گئے
اشکوں میں ڈھل گئی ہے متاعِ دلِ قمر
ایک ایک کر کے آنکھ کے تارے چلے گئے

(صادقہ قمر ایم اے ربوہ)

آج اک کرب سا محسوس مجھے ہوتا ہے
چشم گریاں ہی نہیں دل بھی مرا روتا ہے
بیقراری ہے مرے قلب حزیں کو لاحق
پہلو بدلوں تو مجھے درد سوا ہوتا ہے
جس کا دَم شمع شبستان تھا زمانہ کے لئے
آہ وہ ماہِ لقا زیر زمیں سوتا ہے
ہجر کا داغ دیا فضل عمرؓ نے افسوس
غم جدائی میں بہت اس کی مجھے ہوتا ہے
دیں کو قوت ملے ہر دم ہی یہی تھی کوشش
وقف و تحریک سے یہ صاف عیاں ہوتا ہے
حضرت مصلح موعودؓ پہ ہوں لاکھوں سلام
اب تو بسمؔل کے یہی وردِ زباں ہوتا ہے

(فضل الرحمٰن بسمل)

قطعات تاریخ وفات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

﴿۱﴾

اے ''گرامی ارجمند'' اے قبلہ گاہ عارفاں
تم سراپا نور دیں تھے اور ''رحمت کا نشاں''
طائر شیریں سخن اے خسرو ذی عزّ و شاں
''شمع دانش نیک خصلت'' علم و حکمت کے جہاں
1965

دل ہمارے خون بن کر آنسوؤں میں بہہ گئے
عقل و دانش علم و حکمت بے سروپا رہ گئے
(یعقوب امجد پبلک ہائی سکول کھاریاں)

﴿۲﴾

(ایک غیر از جماعت کے قلم سے)

آج وہ آفتابِ علم عمل در مغاکِ اجل غروب ہوا
مہر تابانِ آسمان کمال فاضلِ بے بدل غروب ہوا
کہا ہاتف نے ''آہ را اَسَفا'' مہر برجِ عمل غروب ہوا
(1965)

(کوکب تبریزی پشاور)

﴿۳﴾

ناگہاں کز بہر ہر مومن عیاں شد رنج و غم
چشم گریاں سینہ سوزاں یکجہانے زیں الم
آہ بشیر الدین محمود پیکرے فیض عمیم
درجماعت پیشوائے ملک و ملت محترم
زد قدم از دار فانی حسب فرمانِ خدا
چوں بگوشش ارجعی آمد ندا شُد یک قلم
چوں سلف خوش یاد گارے بے بدل زیر فلک
ہمنوائے پاکبازاں شد خراماں دَر اِرم
حسرتا از فرقتش ماتم بپا شد سو بہ سو
چشم تر خیلے شدند از ہند تا عرب و عجم
ابر رحمت سائباں بر مضجعش شام و سحر
آمدہ کز قدسیاں کیں کلمہء نیکو بفہم
بے سرِ اندیشہ از وصلش ضیاء اینک بگو
ہمقرینِ اولیاء در خلد بادا دمبدم

(مفتی ضیاءالدین صاحب مفتی اعظم کشمیر)

(تاریخ وفات 1385ھ آخری مصرعہ کے اعداد میں لفظ''اندیشہ'' کا سر یعنی الف کا عدد شامل کرنے سے برآمد ہوتی ہے۔)